ماھنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۰	رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ ۔ اکتوبر ۲۰۰۶ء	جلد : ۱۴

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ...........................سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ...................................سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 5330311 - 42 - 092

خانقاہ حامدیہ : 5330310 - 42 - 092

فون/فیکس : 7703662 - 42 - 092

رہائش ''بیت الحمد'' : 7726702 - 42 - 092

موبائل : 4249301 - 333 - 092

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
تقریب ختمِ بخاری شریف		۱۱
واقعۂ شہادت سیدنا عثمان غنیؓ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۰
رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے احکام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۷
سالانہ امتحانی نتائج		۳۳
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۴۱
عورتوں کے عیوب اور اَمراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۴۳
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحبؒ	۴۶
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۸
ائمہ اربعہؒ کے مقلدین کے.....	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۵۰
ایک خط... دُعائیں اور تمنائیں		۵۴
رُودادِ سفر لاہور تا اٹک		۵۶
دینی مسائل		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے
آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... روپے جلد اِرسال فرمائیں

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

جون کے مہینہ سے ۲۷ سال قبل نافذ ہونے والے حدود آرڈی نینس کے خلاف سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ملک بھر میں لادینی طبقہ بہت سرگرم نظر آرہا ہے۔ ملکی اور غیر ملکی میڈیا اِن کی سرپرستی کررہا ہے بالخصوص جیوٹی وی، ڈیلی نیوز، دی نیوز، روزنامہ جنگ اور روزنامہ عوام اِس کارِسیاہ میں پیش پیش ہیں۔ ملکی این جی اوز بھی اِس موقع پر نمک حلالی پر کمربستہ ہیں۔ حدود آرڈی نینس عورت کے تقدس واحترام کی حفاظت کا ضامن ہے اور عورت کی طرف بُری نیت سے بڑھنے والے ہاتھ کو روکتا ہے تاکہ اِس کی عفت وپاکدامنی پر کوئی ڈاکہ نہ ڈال سکے۔ اسلام عورت کو معاشرہ کا مقدس فرد قرار دیتا ہے اور یہ حقیقت باور کراتا ہے کہ کوئی اِس کو بے قدر اور گلی بازاروں میں بکنے والی جنس نہ سمجھ بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اِسلام میں عورت کو وہ عظیم درجہ عطاء فرمایا ہے کہ جو یہود و نصاریٰ کے ہاں اِس کو حاصل نہ تھا۔ اُن کے نزدیک ہمیشہ سے عورت بھیڑ بکریوں سے زیادہ وزن نہیں رکھتی جبکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ. تم میں وہ شخص بہت اچھا ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے اچھا ہو اور میں خیر میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے تم سب سے بڑھ کر ہوں۔

اِسلام نے عورت کو زمانہ کے گرم سرد سے بچانے کے لیے زندگی کے ہر موڑ پر باپ، بھائیوں، چچاؤں، ماموؤں، شوہر اور بیٹوں کی شکل میں مشیروں اور محافظوں کی ہمہ وقت فوج فراہم کرکے اُس کو ایک ''ملکہ'' کا درجہ دے رکھا ہے۔ اِس کو معاشرہ کی قیمتی متاع قرار دیتے ہوئے محفوظ حصاروں میں محصور کرکے اپنے لیے آزادانہ فیصلوں پر عملدرآمد کو آسان بنادیا ہے۔ اِس کے یہ فطری محافظ ہمہ وقت اِس کی ضرورتوں اور خواہش کو پورا کرتے ہیں اور اُس کو مکمل پروٹوکول دیتے ہیں۔ اِس کی ضرورتوں کو نظرانداز کرنے والے کو اسلام اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اِس محفوظ

چھتری تلے اِسلام اِس کو مکمل آزادی اور تفریح کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اسی کی صنف سے ماں، بہن، بیٹی، پھوپھیوں، خالاؤں اور اِس کی ہم جولی سہیلیاں دن رات کی اِس کی ساتھی اور دُکھ دَرد میں اِس کے شریک رہتے ہیں۔ اُس کو اِس ماحول میں کسی وقت بھی تنہائی اور محرومی کا اِحساس نہیں ہوتا۔ ننھے منے بہن بھائی، بھتیجے بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں اِس کا دِل لبھانے کو ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ بڑھاپے کی عمر میں پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔ یوں وہ زندگی کے نشیب وفراز بڑی پاکیزگی کے ساتھ طے کرتی چلی جاتی ہے۔

جبکہ اِس کے خلاف مغرب کی عورت اِن سچے رشتوں کی لذت سے ناآشنا ہے۔ وہ نہ ماں ہے نہ بیٹی، نہ بہن ہے نہ بیوی، نہ خالہ ہے نہ پھوپی، نہ ساس ہے نہ بہو۔ اگر کچھ ہے تو ایک کرایہ کی ماں ''سرگوٹا مدر'' یا صرف پارٹنر، بیک وقت بہت سارے درندوں کے لیے ایک محبوبہ اور معشوقہ اور وہ بھی ایک محدود عرصہ کے لیے، اِس کے بعد اِس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ اِس کو آزادیٔ نسواں کے پرفریب نعرہ کے ذریعہ بد قماشوں نے اپنی ہوس ناکیوں کی بھینٹ چڑھایا اور وہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے اِن کی بھینٹ چڑھ کر گلی بازاروں میں رُل گئی۔ پاکستان میں بھی اِنہی درندہ صفت مردوں اور بے حیا عورتوں کا چھوٹا سا ٹولہ اِسلام کی دی ہوئی محفوظ اور پاکیزہ چھتری میں نقب لگا کر یہاں کی عورت کو بھی بازاری بنا کر بے آبرو کرنا چاہتا ہے۔ یہ بازاری عورتوں اور دیوس مردوں کا وہی ٹولہ ہے جس کے سامنے بازاری ہندو عورتیں اور مرد بھی شرما گئے تھے اور پوری پاکستانی قوم کو ایسی گالی دے گئے کہ جس کا دھبّہ شاید ہی دُھل سکے۔ اُن کے بقول ''لاہوریوں کی مثال اُس جوشیلی کتیا کی سی ہے کہ جس کو کتا میسر نہ ہو'' [لے] اِن بے غیرتوں نے تو یہ گالی ہضم کر لی مگر اِن کو یہ جان لینا چاہیے کہ اِس ملک میں ایسے غیرت مند موجود ہیں جو اُن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیں گے اور اُن بدمستوں کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ انشاء اللہ اُن کو چھٹی کا دُودھ یاد آجائے گا۔

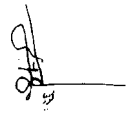

لے Lahore is like a bitch in heat with no dog in sight.
(روزنامہ نوائے وقت ۲۶/اپریل ۲۰۰۴ء)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

سرکاری ہدایا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ
عدالتی قواعد، خواہش مند کو عہدہ نہیں دیا جائے گا
اِسلامی ممالک میں کافر محفوظ ہیں جبکہ اُن کے ملکوں میں مسلمان غیر محفوظ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۱ سائیڈ اے (۳۰۔۸۔۱۹۸۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد !

جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی تعریف فرمائی۔ تو اُن میں حضرت ثابت بن قیس ابن شماسؓ بھی تھے اور پھر فرمایا نِعْمَ الرَّجُلُ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ، نِعْمَ الرَّجُلُ مَعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ. ان میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تعریف بھی ہے۔ حضرت معاذؓ نے علم حاصل کیا جناب رسول اللہ ﷺ سے۔ اور پہلے تو یہ حال تھا کہ کبھی کبھی اصلاح کی ضرورت پڑی۔

امام کو نماز لمبی نہیں پڑھانی چاہیے :

نماز لمبی پڑھا دیتے تھے، یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مغرب پڑھتے تھے پھر بنوسلمہ اِن کا قبیلہ ہے اُن کے ساتھ ساتھ مغرب بعد واپس آجاتے تھے اور پھر عشاء کی نماز پڑھاتے تھے۔ وہ عشاء کی نماز لمبی

پڑھاتے تھے۔ ایک دن اُنہوں نے بہت لمبی سورت شروع کر دی۔ اِدھر یہ ہوا کہ ایک آدمی اپنے درختوں کو یا کھیتی کو پانی دینے کے لیے اُونٹ لایا تھا۔ اب یہ اشکال پڑا اِس کو کہ میں اگر نماز میں شامل رہتا ہوں تو اُس کا کرایہ پڑ رہا ہے، حرج ہو رہا ہے، پانی نہیں دے سکوں گا مثلاً اِس کے ذہن میں یہ آیا کہ نیت توڑ دوں۔ لہٰذا اُس نے اپنی الگ نماز پڑھ لی اور اپنے کام میں لگ گیا۔ حضرت معاذؓ کو یہ چیز بری لگی۔ انہوں نے کہا یہ کیا طریقہ ہے کہ نماز توڑ دی اور اپنی پڑھ کر کام میں لگ گیا۔

نبی علیہ السلام کی خدمت میں شکایت :

اُنہوں نے کچھ (بُرا بھلا) کہا۔ یہ بات اُس تک پہنچی تو اُس صحابی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دونوں باتیں کہیں کہ یہ یہاں مغرب کی نماز پڑھتے ہیں پھر جاتے ہیں پھر عشاء کا وقت ہوتا ہے تو لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ میں ایسے پڑھ رہا تھا، اِنہوں نے لمبی سورت شروع کر دی تو میں نے نماز توڑ کر اپنی پڑھ لی اور کام میں لگ گیا۔ اب یہ مجھے برا کہہ رہے ہیں۔ میرے بارے میں اِنہوں نے برے کلمات استعمال کیے لوگوں کے سامنے۔

نبی علیہ السلام کی جانب سے اصلاح :

تو رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر خفاء ہوئے کہ یہ کیا کیا؟ بس جب عشاء کی نماز پڑھو تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى جیسی سورتیں ہیں یہ پڑھو، لمبی سورت سورۂ بقرہ وغیرہ ا(نہیں پڑھنی) ایک تو لوگ دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں نیند ویسے ہی آتی ہوتی ہے اُس وقت۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن کے بالکل ابتدائی دَور (کا معاملہ) تھا لیکن ذہین آدمی جو ہوتا ہے اُس کی ذہانت تو نمایاں ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی ایسی بات ہو جائے کہ جس میں اصلاح کی ضرورت پڑے۔ یہ تو ہر بڑے کا مقام ہوتا ہے چہ جائیکہ نبی۔ نبی اور غیر نبی کا تو بہت بڑا فرق ہے، یہ تو ہر چھوٹے بڑے میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔

علم میں انتہائی ترقی :

لیکن رفتہ رفتہ اس واقعہ سے پہلے یا اُس کے بعد جیسے بھی ہوا آپ علم حاصل کرتے رہے برابر اور اتنے بڑے عالم ہو گئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِن کی تعریف فرمائی اور یہ فرمایا اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ

وَالْحَرَامِ یہ حرام اور حلال کو بہت زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور ان کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حق دیا کہ وہ فیصلے دیتے تھے اور فیصلے دینا تو کام ہے اُس کا جس کے اندر بڑی خوبیاں جمع ہوں یعنی وہ اعتدال پر رہتا ہو، غصہ میں آکر زیادتی نہ کر بیٹھے، ذاتی انتقام نہ لے، ٹھنڈے مزاج کا ہو، عفیف ہو اور بہادری بھی ہو کہ وہ ایک فیصلہ دے سکتا ہو شجاعت جسے کہتے ہیں اور علم اور عمل ہو اُس میں۔ تقریباً یہ آٹھ نو چیزیں ہیں جو قاضی کے اندر ہونی چاہئیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اِن کو خود قاضی بنایا۔

جج کا عہدہ طلب کرنے والے کو یہ عہدہ نہیں دیا جائے گا :

کسی نے اگر چاہا کہ میں قاضی ہو جاؤں تو اُسے آپ نے منظور نہیں فرمایا۔

خطرہ بھی ثواب بھی :

اور یہ بھی فرمایا کہ قاضی ہونے کا عہدہ طلب کرنا گویا یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ قاضی ایسے ہے جیسے بس کنارے پر پڑا ہے جہنم کے۔ ذرا سی غلطی کرے گا تو اندر سیدھا جائے گا، تو یہ کام آسان نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی اِسے اپنے لیے طلب نہ کرے تاوقتیکہ اُس کے ذمہ یہ بوجھ ڈالا جائے پھر وہ اگر کرے گا تو اُس کو ثواب ہوگا۔ اگر اُس نے غلطی سے غلط فیصلہ دے بھی دیا تو بھی ثواب اُس کو ہوگا لیکن کب؟ جبکہ وہ خود مکمل ہو یہ صفات اُس میں کامل درجہ میں پائی جا رہی ہوں اور وہ فیصلہ اپنی کوشش سے صحیح دے رہا ہو، پھر ہے یہ۔

رنجیت سنگھی نہیں چلے گی :

لیکن اگر جاہل کوئی قاضی ہو گیا اُسے خبر ہی نہیں وہ پوچھتا بھی نہیں تو پھر تو کوئی بات نہ ہوئی، یہ رنجیت سنگھ کے بارے میں جو مشہور کر رکھا ہے کہ اُس کے پاس درخواستیں بہت جمع ہو گئیں تو اُس نے اکٹھی کر کے کہا ایک درخواست اِدھر ڈالتے جاؤ ایک اُدھر ڈالتے جاؤ۔ یہ منظور یہ نامنظور، یہ منظور یہ نامنظور، جلدی سے ساری نمٹ گئیں۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی یہ منظور یہ نامنظور۔ یہ تو اُن لوگوں کا طریقہ ہو سکتا ہے کہ جن کے سامنے آخرت نہ ہو، خدا کے ہاں جانے اور جواب دہ ہونے کا تصور ہی نہیں ہے ایسے لوگ کریں تو کریں، اسلام میں تو یہ بات نہیں ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پھر اِن کی تعریف فرمائی یہاں اِرشاد ہے نِعْمَ الرَّجُلُ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ؓ

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اچھے آدمی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کسی کو اچھا کہہ دیں تو اِس سے بڑا درجہ کسی کا کیا ہوسکتا ہے۔ ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ ایک دفعہ آدمی کو جھٹکا سا لگتا ہے ذرا سا اور اُسے احساس ہو جاتا ہے کہ یہ میرے اندر کمی ہے۔ وہ کمی کو پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بہت کوشش کی ہے علم حاصل کرنے میں اور نہایت ذہین آدمی تھے۔

مقروض تھے اِس لیے بھی قاضی اور مُحَصِّلْ بنادیا :

لہٰذا اِن کی تعریف کی ہے پھر اِن کو قاضی بنا کر بھیج دیا یمن کا۔ اور اصل میں یہ مقروض تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مُحصِّل بھی بنا کر بھیج دیا کہ یہ اِس طرح سے کام کریں گے تو بیت المال سے اِن کو اجر مل جائے گا۔

جج کے لیے اہم ہدایت :

جب یہ جانے لگے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اِن کو رُخصت کیا، ساتھ ساتھ تشریف لے گئے اور ہدایات دیتے رہے۔ یہ بھی فرمایا کہ شاید یہ میرا ملنا تم سے یہ آخری ہو اور اب جو تم آؤ گے تو **لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَ قَبْرِیْ** پھر ایسے ہوگا کہ تم یہ مسجد اور قبر جو ہے میری اِس کے پاس سے گزرو گے۔ جب اِنہوں نے یہ سنا تو بہت زیادہ روئے اور اسی طرح سے ہوا بھی۔ بہر حال یہ وہاں چلے گئے حکم بھی یہی تھا اور پھر آپ نے ہدایات دیں کہ وہاں کسی پر تم سے ظلم نہ ہونے پائے۔ **اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ** اللہ کے یہاں مظلوم کی بددُعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح کی ہدایات دے کر اِن کو روانہ کیا آپ نے۔

اسلامی ہدایات کی بدولت غیر مسلم پوری دُنیا میں محفوظ ہیں :

اور یہ اسلامی اُصول چلا آرہا ہے کہ غیر مسلموں پر بھی زیادتی نہ کی جائے۔ اب یہاں کیا پوری اسلامی مملکتوں میں غیر مسلم محفوظ ہیں۔ اُن کا قتل عام کبھی نہیں کیا جاتا۔ حتی کہ یہ ہماری سرشت بن گئی کہ جہاں مسلم حکومت ہوگی کبھی بھی غیر مسلم رعایا کے ساتھ زیادتی ہوتی ہی نہیں سرے سے۔ یہاں سندھ میں رہ رہے ہیں ہندو کسی کو پتا بھی نہیں۔ بنگلہ دیش میں ایک عرصہ تک ہندو بڑی تعداد میں رہتے رہے ہیں، کوئی فساد نہیں ہوا۔

غیر مسلموں میں برداشت نہیں ہوتی :

ہاں غیر مسلموں میں یہ برداشت نہیں۔ اُن کے ہاں ایسی ہدایات نہیں ہیں۔ تو اُن کے ہاں فساد ہوتے رہتے ہیں آئے دن، ہندوستان میں فساد ہوتے رہتے ہیں۔ سپین میں تو نسل کُشی ہوئی مسلمانوں ہی کو ختم کرنے کی کوشش کی اُنہوں نے، کہ دوبارہ برسرِاقتدار کبھی آ ہی نہ سکیں، ہوں ہی نہ یہ۔ مگر اسلام میں یہ معاملہ نہیں ہے۔

کافر پر بھی ظلم کی اجازت نہیں ہے :

اور اسلام میں یہ بھی بتلایا گیا کہ مظلوم جو بھی ہو چاہے کافر ہو، بددُعا اُس کی منظور خدا کے یہاں ہوتی ہے۔ اب ویتنام میں امریکہ نے مظالم کیے ہیں تو خدا کی مدد ویتنامیوں کے ساتھ ہوگئی۔ اتنی بڑی طاقت ہونے کے باوجود اُسے وہاں سے ہٹنا پڑا بلکہ عالمی سطح پر خاصی رُسوائی ہوئی ویتنام میں۔ تو جو مظلوم ہوگا خدا کی مدد اُس کے ساتھ ہو جائے گی۔ اور جب خدا کی مدد ساتھ ہو جائے گی تو پھر وہ غالب آجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن کو خاص طور پر یہ ہدایت دی کہ دیکھو مظلوم کی بددُعا سے بچو۔ اسی طرح سے ہدایات جناب رسول اللہ ﷺ کی اور حضرات کے لیے بھی ہیں۔

ایک اہم عدالتی اُصول :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تردد ہوتا تھا فیصلے دینے میں، یمن بھیجا اِن کو ایک دفعہ۔ تو آپ نے فرمایا کہ بس یہ کرو کہ جب تک فریقِ دوم کی بات نہ سن لو، کوئی فیصلہ نہ دو۔ تو یہ ایک اُصول جناب نے بتلا دیا، تو حضرت معاذؓ کو اہل سمجھا ہے رسول اللہ ﷺ نے، کہ یہ جائیں گے وہاں فیصلے کریں گے سمجھدار ہیں۔

فیصلے کس ترتیب سے کیے جائیں :

طریقہ اِن سے پوچھا کہ یہ بتلاؤ کہ تم فیصلہ کرو گے تو کیسے کرو گے؟ اِنہوں نے کہا ''کتاب اللہ'' سے پھر ''سنتِ رسول اللہ'' سے (ﷺ)، پھر؟ انہوں نے عرض کیا میں ''اجتہاد'' کروں گا سوچوں گا پھر اِس میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن کو اجازت دی۔ تو اب یہ کیا ہوگیا؟ یہ فتویٰ کی بھی گویا ایک سند ہوگئی۔ تو یہ وہاں پہنچے، اب وہاں سے واپس جب آئیں ہیں تو اُسی طرح ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

دُنیا سے رخصت ہو چکے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔

جج کے تحفے یا سرکاری ہدایا :

تو اِن کو کچھ وہاں سے عطیات اور ہدایا ملے۔ وہ ایسے نہیں تھے کہ جیسے رشوت ہوتی ہو، بلکہ جیسے اپنے جان پہچان کے لوگ دے دیں، اِس طرح کے تھے۔ تو وہ آئے اور اُنہوں نے وہاں سے جو وصولی ہوئی تھی حکومت کے حق میں خراج وغیرہ کی وہ دی اُس کے بعد یہ رقم پیش کی ابوبکرؓ کے پاس اور کہا یہ میرے لیے ہے (معاملہ واضح کر دیا چھپایا نہیں)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نرمی کی کہ ٹھیک ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا یہ تو اِن کے لیے دُرست نہیں ہے، تو اِنہوں نے اُن کی بات نہیں مانی، اور دے دیں اُن کو وہ چیزیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو مجھے وہاں بھیجا تھا مقصد بھی آپ کا یہی تھا کہ میرے جو قرض وغیرہ ہیں وہ ہٹ جائیں۔ اس طرح سے میں ایک کام پر لگ جاؤں۔ تو ایک کام سامنے آیا اُس پر مجھے لگا دیا، میں وہ کام کروں اور قرض سے سبکدوش ہو جاؤں، اور یہ آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو اِن کی بات مان لی۔

حضرت عمرؓ کی فراست :

لیکن مشیر تھے نا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے وزیر ہوں۔ تو اُنہوں نے یہ عرض کیا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس میں حلت نہیں ہے، جواز نہیں ہے۔

حضرت معاذؓ کا خواب اور خوفِ خدا :

اب حضرت معاذؓ نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں کہیں ڈوب رہا ہوں اور عمرؓ نے مجھے وہاں سے بچا لیا۔ تو اُنہوں نے کہا اِس خواب کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت عمرؓ کی رائے ہے وہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ مال جو تھا وہ بیت المال میں جمع کروا دیا۔ اُس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ اب جناب اِن کو یہ دے دیں کیونکہ بیت المال میں اب آ گیا۔ اب خلیفہ کو حق ہے کہ وہ جسے مستحق سمجھتا ہے جتنا اُتنا اُسے دے دے۔ تو اب آپ دے دیجئے تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک اُصولی بات فرمائی۔ (باقی صفحہ ۲۵)

قسط : ۲ ، آخری

تقریب ختمِ بخاری شریف

۱۸/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۴/اگست ۲۰۰۶ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں ختم بخاری کے موقع پر ایک پر وقار تقریب منعقد ہوئی۔ جامعہ مدنیہ جدید میں دورۂ حدیث شریف کے آغاز کا یہ پہلا سال تھا، اس پہلی مقدس تقریب ختمِ بخاری شریف میں بہت سے علمائے کرام، جامعہ کے اساتذہ، طلباء اور بڑی تعداد میں بیرونی اور مقامی حضرات نے شرکت فرمائی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر اُس کی تشریح کی اور آخر میں حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم نے رِقت آمیز دُعاء فرمائی۔

معتزلہ پر رَد :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں معتزلہ پر بھی رَد کر رہے ہیں۔ معتزلہ کون ہیں؟ وہ لوگ جو ہر چیز کو عقل سے جانچنا چاہتے ہیں اگر عقل میں آئے گی تو صحیح ہے نہ آئی تو مسترد کردی۔ اُن کا معیار حق اور ناحق یا صحیح اور غلط کا معیار عقل ہے اور کچھ نہیں۔ چنانچہ معتزلہ جو تھے وہ وزنِ اعمال کے قائل نہیں تھے، وہ کہتے تھے کہ اعمال کا وزن نہیں ہوسکتا، کیونکہ اعمال اعراض ہیں، اقوال اعراض ہیں۔

''اَعراض'' کا مطلب :

اَعراض کا مطلب ہے کہ ان کا اپنا وجود خارج میں نہیں ہے۔ آپ کا وجود تو ہے، یہ کتاب کا وجود بھی ہے لیکن یہ کتاب تین کلو کی ہے یا چار کلو کی ہے یہ الگ سے آپ نہیں دکھا سکتے کہ یہ تین کلو پڑے ہیں یہ نہیں دکھا سکتے۔ یہ قائم بذاتہٖ نہیں ہے چیز، یہ عرض ہے۔ کتاب قائم بذاتہٖ ہے۔ آپ کا وجود قائم بذاتہٖ ہے، لیکن آپ کا وزن ایک من ہے یہ قائم بذاتہٖ نہیں ہے یہ تو آپ سے لگا ہوا ہے جدا ہو ہی نہیں سکتا آپ سے، جب جدا ہی نہیں ہوسکتا تو اُس کا وزن کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ کا وزن ہوگیا اُس کا نہیں ہوگا۔ آپ ''جوہر'' ہیں وہ ''عرض'' ہے۔ اس لیے اُنہوں نے وزنِ اعمال کا انکار کردیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزوں کا جو اُن کی عقل میں نہیں آئیں اُن کا انکار کردیا۔

اسلامی احکامات وَرائے عقل ہو سکتے ہیں خلافِ عقل نہیں ہو سکتے :

حالانکہ اسلام کے جتنے احکامات ہیں، خلافِ عقل کوئی ایک حکم اسلام کا نہیں ہے۔ ہر حکم اسلام کا عین عقل، عقل کے مطابق ہے، ہاں وَرائے عقل ضرور ہے۔ ہم نادانی سے وَرائے عقل کو خلافِ عقل سمجھ بیٹھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو عقل کے خلاف ہے، حالانکہ یہ عقل کے خلاف نہیں ہے یہ وَرائے عقل ہے۔ وَرائے عقل ہونا جو ہے یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے اِس لیے کہ عقل کی بھی ایک حد ہے اُس حد میں وہ کام کرے گی اُس کے علاوہ وہ کام نہیں کر سکتی۔

مثال سے وضاحت :

ہمارے جو حواس ہیں، ہماری جو قوتیں ہیں ظاہری اور باطنی وہ ایک حد کے اندر کام کر رہی ہیں اُس سے باہر نہیں کر سکتیں۔ آپ کی قوتِ سماعت ایک حد کے اندر کام کر رہی ہے اُس حد سے باہر کام نہیں کر سکتی۔ آہستہ آواز سننے کی بھی ایک حد ہے کہ بس کم سے کم آواز یہ سن سکتی ہے آپ کی قوتِ سماعت، اس سے کم نہیں سن سکتی، اس کی بھی ایک حد مقرر ہے۔ اُس سے جب آہستہ آواز ہوگی تو آپ کے کان نہیں سنیں گے اُس کو البتہ کوئی اور سن سکتا ہے۔ جانوروں میں بھی بڑی بڑی تیز قوتِ سماعت ہوتی ہے، نگاہ بھی تیز ہوتی ہے، وہ سن لیں گے آپ نہیں سن سکیں گے۔ اسی طرح زیادہ سے زیادہ کی بھی ایک حد ہے اُس کے بعد کان کام نہیں کرتے۔ اگر بم پھٹ جائے خدانخواستہ کہیں اور اُس کی لہروں کی زَد میں کان کے پردے آجائیں تو پردہ پھٹ جاتا ہے اب سن نہیں سکتے، سماعت ختم۔ تو معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ کی بھی ایک حد ہے اور کم سے کم کی بھی ایک حد ہے۔ اسی طرح نگاہ کا حال ہے کہ زیادہ سے زیادہ کی بھی اس کی ایک حد ہے اور کم سے کم کی بھی ایک حد ہے، اُس حد سے باہر یہ کام نہیں کر سکتیں۔ خود آپ کی آنکھ کے بہت قریب کوئی چیز ہو جائے وہ آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ آپ کی آنکھ کے اُوپر جو پلک ہے پلک جھپکتے ہیں آپ، جب یہ جھپک کر کھولتے ہیں تو یہ نظر نہیں آتی آپ کو۔ آنکھ کی پتلی کی جو بیرونی سطح ہے یہ بھی نظر نہیں آرہی آپ کو، حالانکہ آنکھ سارا کچھ دیکھ رہی ہے۔ ساری دُنیا دیکھتی ہے، کیا کیا کچھ دیکھ رہی ہے لیکن اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ ہزار کوشش کر لیں، ہزار خوشامد کر لیں اس کی، ہاتھ جوڑ لیں اس کے سامنے، کان پکڑ لیں جو کر لیں کہ تیری مہربانی ہے ایک نظر تو دیکھ لے، اپنی ہی آنکھ کو دیکھ لے۔ وہ کہے گی میں عاجز ہوں میں نہیں دیکھ سکتی۔ اپنی ہی آنکھ کو نہیں دیکھ سکتی۔ تو قریب کی بھی اِس کی ایک حد ہے، اس کی

دُور کی بھی ایک حد ہے کہ اُس حد کے باہر پھر یہ نہیں دیکھ سکتی، اُس کے بعد پھر دُور بین کی مدد لی جائے گی۔ باریک چیز ہو بہت باریک ہو وہ دیکھنے کے لیے خورد بین کی مدد لینی پڑتی ہے اُس سے نظر آئے گی ورنہ نہیں آئے گی۔ دور کی چیز دیکھنے کے لیے دوربین کی مدد لینی پڑتی ہے، پھر دوربین بھی کام چھوڑ دیتی ہے، پھر اور ذریعوں سے اور علامات کے ذریعے معلومات کی جاتی ہیں گویا ایک حد ہے مطلب یہ ہے۔ اسی طرح ہمارے حواس باطنہ جو ہیں ظاہرہ کے مقابلہ میں باطنہ جو ہیں اُن کی بھی اللہ نے ایک حد رکھی ہے (اُن میں سے ایک) وہ ہے عقل۔ اُس کا ایک دائرہ ہے اُس دائرہ سے باہر یہ کام نہیں کرسکتی، بس اُس کے اندر رہ کر کام کرسکتی ہے۔ اور ڈاکٹر تو بتاتے ہیں کہ جو عقل ہے ہماری ہر انسان کی عقل۔ جو دماغ ہے یہ تو دس فیصد کام کررہا ہے نوے فیصد تو کام نہیں کررہا معطل کیا ہوا ہے اللہ نے۔

یہ دُنیا میں جو آپ اتنا کچھ دیکھ رہے ہیں یہ علمی خزانے دیکھتے ہیں، علمی ترقی دیکھتے ہیں، مادی ترقی دیکھتے ہیں، یہ رنگ وروپ دُنیا کے دیکھتے ہیں، ایجادات دیکھ رہے ہیں ہر میدان میں یہ صرف انسان کی عقل کے دسویں حصہ کی کارکردگی ہے۔ پورا کام یہ کہاں کرے گی یہ اللہ جانتا ہے، ہوسکتا ہے یہ سارا کام جنت میں جا کر کرے۔ پھر وہی چیزیں جو خلافِ عقل کہتا تھا کہے گا کہ او ہو! یہ تو میری سمجھ میں نہیں آئیں یہ تو بالکل ٹھیک ہیں، یہ تو عینِ عقل ہے، عینِ عقل سمجھ میں آنے لگیں گی اُس کو، تو ورائے عقل تو ہیں اسلامی چیزیں شریعت کے احکامات اس لیے تو نبی بھیجے، اگر عقل کی بالکل حد میں ہوتا اور سمجھا جاسکتا تو پھر نبی بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ہر عقل والا ان کو خود حل کرلیتا۔ یہ ورائے عقل تھی۔ خلافِ عقل کوئی چیز نہیں ہے اسلام میں۔ خلافِ عقل ہونا اسلام کے کسی حکم کا محالات میں سے ہے۔ جیسے اللہ کا شریک ہونا یا اِشْرَاکٌ بِاللّٰہِ جو ہے یہ محال ہے ایسے ہی عقل کے خلاف ہونا کسی اسلامی حکم کا یہ بھی محال ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی ابدی اور برحق ہے تو اُس کے احکامات بھی برحق ہیں وہ غلط نہیں ہوسکتے، خلافِ عقل نہیں ہوسکتے البتہ وَرائے عقل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا اور اُن کے ذریعے ورائے عقل کی چیزیں ہمیں سکھلادیں اور سمجھادیں۔

اعمال کا وزن بدیہی چیز ہے نیز مثال سے وضاحت :

یہ جو وزن ہے اعمال کا یہ تو وَرائے عقل بھی نہیں ہے، مگر عقل پہ پردہ پڑگیا معتزلہ کے، تو اُنہیں اتنی

بات بھی سمجھ میں نہیں آسکی آسان سی۔ کیونکہ وزن جو ہے اَعراض کا آج کی تحقیقات دیکھی جائیں اُن سے تو سمجھ میں آہی رہا ہے ورنہ تو جب سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اُس وقت سے دُنیا میں انسان اعراض کا وزن کررہا ہے۔ کیا آپ جب ہاتھ ڈالتے ہیں پانی میں تو پتا چلاتے ہیں کہ یہ زیادہ ٹھنڈا ہے یہ کم ٹھنڈا ہے پتا چلتا ہے یا نہیں چلتا، تو یہ عرض کا وزن ہوگیا۔ آپ جب دھوپ میں باہر نکلتے ہیں تو آپ سائے کی طرف جاتے ہیں اور درخت کے نیچے کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ درخت کے نیچے بھی گرمی ہے اور بغیر درخت کے بھی گرمی ہے، لیکن آپ نے یہ پتا چلالیا کہ وہ گرمی زیادہ ہے یہ گرمی کم ہے اس لیے درخت کے نیچے کھڑے ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، یہ وزن ہوگیا۔ حرارت عرض ہے، برودت عرض ہے، اس کا وزن ہوگیا تو وزن تو اس دُنیا میں انسان کررہا ہے اور جب سے پیدا ہوا کررہا ہے، لیکن عقل پر پردہ آگیا، اتنی بدیہی بات بھی انہیں سمجھ میں نہیں آئی اور اس کا انکار کردیا۔ جب قرآنِ پاک کی آیات اور احادیث آئیں تو ان کے مطلب بیان کرنے کے لیے انہوں نے تاویلات شروع کیں حالانکہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے، یہ اپنے ظاہری معنٰی پر ہی قائم ہیں، اُن کے ظاہری معنٰی جو ہیں وہی صحیح ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اِس مناسبت سے یہ حدیث لائے اخیر میں اور اس کے ساتھ ساتھ معتزلہ پر رد بھی کردیا۔ معتزلہ کا مطلب ''عقل پرست''، یعنی جو اپنی عقل کو معیار ٹھہرائیں ہر چیز کا صحیح اور غلط کے لیے۔ یہ خود بیوقوف ہیں، نادان ہیں، عقل نہیں پرکھ سکتے۔ آپ دیکھیے کہ جب حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ کو معراج ہوئی، معراج رُوحانی بھی ہوئی، منامی بھی ہوئی اور جسمانی بھی ہوئی۔ تو آپ ایک رات آسمانوں پر تشریف لے گئے اپنے جسمِ اقدس کے ساتھ، اور آسمان کی اور جنت کی اور دوزخ کی اور اُس سے اعلیٰ، اللہ جانتا ہے کہاں کہاں کی سیر کرکر آپ واپس تشریف لے آئے اُسی رات۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے آکر صحابہ ؓ کو بتلایا، لوگوں کو بتلایا کہ آج رات ایسے میں گیا اور واپس بھی آگیا اور یہ یہ چیزیں دیکھ کر آیا۔

ابوجہل عقل پرست اور ابوبکر ؓ عقل شناس تھے :

ابوجہل بھی ملا آپ نے اُس کو بھی بتایا، وہ عقل پرست تھا۔ وَرائے عقل کو خلافِ عقل سمجھتا تھا بیوقوف تھا۔ اب اُس کو آپ نے بتلایا، وہ تھا تو شاطر چالاک۔ اُس نے کہا میں زیادہ سے زیادہ یہاں شور مچادوں گا

یہی ہوگا کچھ اور کرنا چاہیے۔ کہنے لگا کہ یہی بات جو آپ بتا رہے ہیں اگر میں لوگوں کو اکٹھا کرلوں تو کیا اُن میں بھی بتلائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بتلاؤں گا یہ تو اللہ کی طرف سے حق ہے اور میں اس کا مکلّف ہوں، پابند ہوں۔ چنانچہ اب وہ نکلا کہ اکٹھا کرلیتا ہوں یہ تو بڑا اچھا موقع ہے، لوگوں سے کہوں گا کہ دیکھو کیسی بیوقوفوں والی باتیں کررہا ہے، مجنون تو پہلے ہی کہتے تھے نبی علیہ السلام کو۔ یہ بڑا اچھا موقع ہے رائے عامہ کو خراب کرنے کا، اِس سے اچھا موقع شاید ہی کبھی ہاتھ آئے، سب کو بلاتا ہوں ابھی ان کا تماشہ لگاتا ہوں تالی بج جائے گی، العیاذ باللہ۔

اب جارہا ہے تو راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے۔ کہنے لگا کہ دیکھو بھائی اگر کوئی آدمی ایسے ایسے کہے کہ میں یوں اُوپر گیا اور یوں گیا اور ایک ہی رات میں وہاں بھی گیا اور وہاں بھی گیا اور واپس بھی آگیا، کیا یہ صحیح ہوسکتی ہے بات؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح نہیں ہوسکتی یہ غلط ہے۔ اب وہ بہت خوش ہوا، اُس نے کہا کام بن گیا، سب سے بڑا حامی ہی یہیں پہلے مرحلے پر مخالف بن گیا، مسئلہ حل ہوگیا۔ تو فوراً کہنے لگا کہ دیکھو یہ تمہارے ساتھی یہ بات کہہ رہے ہیں کہ میں ایسے گیا مجھے اِس اِس طرح معراج ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر وہ کہہ رہے ہیں تو پھر صحیح ہے، پھر ایسا ہی ہے، پھر سچ ہے۔ وہ جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ورائے عقل ہے، خلافِ عقل نہیں۔ سمجھ گئے کہ جب نبی علیہ السلام نے کہہ دیا تو یہ خلافِ عقل نہیں ہے یہ ورائے عقل ہے۔ وہ بیوقوف خلاف عقل ہی سمجھتا رہا اور جہنم میں چلا گیا۔ اگر اپنی عقل کی نفی کردیتا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دین کے احکام کے مقابلہ میں اُسے صفر قرار دے دیتا اور یہ کہتا کہ جو چیز آئے گی اُدھر سے وہ وَرائے عقل ہوگی اُسے میں تسلیم کرلوں گا جیسے کوئی دُور کی خبر مجھے دے کہ وہاں یہ ہے وہاں یہ ہے مجھے نظر نہیں آرہا وہاں، آپ مانتے ہیں یا نہیں مانتے اس کی بات کو، ایسے ہی اس کو بھی مانیں۔ چنانچہ اُسی وقت آپ نے فرمایا کہ وہ اگر کہہ رہے ہیں تو صحیح کہہ رہے ہیں۔

ترازو کئی طرح کے ہوتے ہیں :

تو یہاں پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ کہ ہم قیامت کے دن عدل کی ترازویں رکھیں گے، ترازو کی یہی نہیں ہوتی شکل جو ہم دیکھتے ہیں، ایک پلڑا اِدھر ہے اور ایک پلڑا اُدھر ہے۔ ترازو کئی طرح کے ترازو ہوتے ہیں، بے شمار ترازو ہوتے ہیں، وہاں کے

ترازو کی کیسی شکل ہوگی وہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اب تو بہت عجیب عجیب طرح کے ترازو ہیں۔ آپ پٹرول پمپ پہ چلے جائیں اور پٹرول ڈلوائیں تو ایک خانے میں اُسی وقت اُس کی قیمت آئے گی، ایک خانے میں اُس کی مقدار آئے گی، ایک خانے میں ساتھ ساتھ اُس مقدار کی قیمت بھی آجائے گی۔ اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ آپ اُن کو پڑھ بھی نہیں سکتے۔ تو انسان بیچارے کہ جس کی عقل بھی دسواں حصہ کام کر رہی ہے نوے حصے سو رہے ہیں اُس سوئی ہوئی عقل نے چیزیں ایجاد کر لیں تو اللہ تو قادرِ مطلق ہے اُس کے یہاں تو کوئی دیر ہی نہیں لگتی وزن ہونے میں، اور یہ تو وہ ہیں جو اس وقت گلی بازاروں میں ترازویں مل رہی ہیں اور ہر سڑک کے کنارے پر ترازو لگی ہوئی ہے پٹرول پمپ پر، اور جو اعلیٰ اعلیٰ دُنیا کی لیبارٹریوں میں ترازویں ہیں وہ تو بہت بہت عجیب قسم کی موجود ہیں تو اس میں کیا استبعاد ہے کہ قیامت کے دن ترازویں ہوں اور وزنِ اعمال ہو اور ہر چیز لمحوں میں ہوجائے کوئی اس میں قباحت نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اللہ بہت سریع الحساب ہے۔

اعراض اجسام میں تبدیل ہوجائیں گے :

تو فرمایا کہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِىْ آدَمَ وَ قَوْلَهٗ يُوْزَنُ. عرض ہوتے ہوئے بھی وزن ...... بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ ان اعراض کو اجسام دے دیے جائیں گے وہاں پر۔ پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ جب اجسام مل گئے جسم کا تول، وہ بھی قائم ہے جو عقل کے پیروکار ہیں پھر تو وہ بھی مانیں گے۔

مزید مثالیں :

اور اگر اجسام نہیں بھی بنتے تو اِس دُنیا میں رہتے ہوئے ہم وزنِ اَعراض کرتے ہیں۔ تھرما میٹر یہ ترازو ہے، آپ بخار کا وزن نہیں کرتے۔ گاڑی چلا رہے ہیں جہاز چلا رہے ہیں اُس میں سپیڈو میٹر لگا ہوا ہے وہ بتا رہا ہے کہ اس وقت جہاز کی رفتار دو سو کلو میٹر ہے، تین سو ہے، پانچ سو ہے، چھ سو ہے۔ گاڑی بتلا رہی ہے کہ ساٹھ کلو میٹر نوے کلو میٹر چل رہی ہے یہ رفتار۔ رفتار کا اپنا تو کہیں وجود خارج میں نہیں ہے یہ تو جسم کے ساتھ تابع ہے، یہ عرض ہے، لیکن اس عرض کا وزن کر لیا آپ نے۔ تول کر رہے ہیں، اور روز محکمہ موسمیات والے اعلان کرتے ہیں کہ آج یہ ٹمپریچر تھا گرمی کا، آج یہ تھا اور آج یہ تھا اور آج یہ تھا۔ اور فلاں جگہ نقطہ انجماد سے بھی نیچے ٹمپریچر تھا۔ یہ وزنِ اعراض ہو رہا ہے تو کوئی اس میں استبعاد ہی نہیں ہے۔ یہ مِنْ اَجْلَى الْبَدِيْهِيَّاتْ اگر

کہا جائے تو اُس میں سے ہے بس یوں کہا جائے گا کہ اُن کی بد نصیبی ہے کہ اُن کی عقل پر پردہ پڑ گیا ایک واضح چیز کا بھی انکار کردیا۔

بعض الفاظ کی تشریح :

(امام بخاریؒ آگے) فرماتے ہیں کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اَلْقُسْطَاسُ یا اَلْقِسْطَاسُ اَلْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَّۃِ۔ '' قُسْطَاسُ'' رُومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں، انصاف کو کہتے ہیں، رومی زبان کا لفظ ہے۔ وَیُقَالُ اَلْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ اور کہا جاتا ہے کہ قِسْطُ یہ مُقْسِطُ کا مصدر ہے تو قِسْطُ مجرد کا مصدر ہے اور مُقْسِطُ جو ہے وہ اسم فاعل ہے باب افعال مزید فیہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَلْقِسْطُ یہ مُقْسِطُ کا مصدر ہے حالانکہ مُقْسِطُ کا مصدر تو باب افعال سے آئے گا اِقْسَاطُ تو یہ مُصطلاح مصدر مراد نہیں ہے بلکہ مصدر المصدر کو بھی امام بخاریؒ مصدر قرار دے رہے ہیں۔ مأ خذ المأ خذ کو بھی مصدر قرار دے رہے ہیں۔ یہ اس معنی میں مصدر ہے۔ فرماتے ہیں وَھُوَ الْعَادِلُ اس کا مطلب عادل ہے (یعنی) مُقْسِطُ کا۔ وَاَمَّا الْقَاسِطُ لیکن اگر اسی سے یہ آئے قَاسِطُ اسم صفت صیغہ اسم فاعل کا تو فَھُوَ الْجَائِرُ تو یہ ظالم کے معنی میں ہوگا ظلم کے معنی میں ہوگا۔ وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا ؀ قرآن پاک میں اس معنی میں آرہا ہے۔ تو اصل میں یہ جو قسط ہے یہ عدل کے معنی میں بھی آتا ہے، ظلم کے معنی میں بھی آتا ہے، لیکن عرف میں یہ ہوگیا کہ یہ جب مجرد سے آئے گا تو ظلم کے معنی میں آئے گا اور اگر باب افعال میں لے آئیں گے تو یہ عدل کے معنی میں آئے گا۔

امام بخاریؒ ....سند اور تقلید :

آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف نقل کی ہے اُس میں سب سے پہلے اپنے اُستاد احمد کا ذکر فرمایا۔ (یعنی) آگے جو میں بات لا رہا ہوں وہ میں نے اِن سے سنی ہے۔ میں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا ان واسطوں سے مجھے پہنچی ہے۔ اسے کہتے ہیں سند۔ استیناد۔ جتنی آپ نے اب تک بخاری شریف شروع سے اخیر تک پڑھی ہے ہر حدیث کے ساتھ سند آگئی۔ مطلب کیا ہوا کہ ہر حدیث کے ساتھ تقلید آگئی۔

ہر حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عدم تقلید کا رَد کر رہے ہیں اور تقلید کا اِثبات ہو رہا ہے۔ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ اگر اسناد نہ ہوتا سند نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہا کرتا کہا کرتا۔ تو یہاں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستاد کا ذکر فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ بات جو ہے یہ احمد بن اشکاب سے سنی۔ یہ صرف اس دین کا اور یہ علم دین معجزہ ہے کہ اس کی ہر چیز سند سے ثابت ہے۔ ہر چیز سند سے ثابت ہے۔ کتنی ادائیں نبی علیہ السلام کی ذخیرہ احادیث میں پڑھیں آپ نے، ساری دیکھ لیں آپ نے، لیکن کوئی چیز بغیر سند کے نہیں ہے۔ سند سے ثابت ہے۔ آپ خود اِس وقت بیٹھے بیٹھے سند سے ثابت کر سکتے ہیں جو اگلا متن آرہا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا اُنہوں نے اُس سے سنا، اُنہوں نے اُس سے سنا تھا، اُنہوں نے اُس سے سنا تھا، نبی علیہ السلام تک چلا گیا۔

تقلید نہ ہوتی تو دین اپنی اصل شکل میں باقی نہ رہتا :

یہ سلسلہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تقلید کی برکت سے ہو رہا ہے۔ اگر تقلید نہ رہے اور سند کی اہمیت نہ رہے تو پھر تو ہم کچھ بھی نہ رہیں، العیاذ باللہ۔ ہر آدمی کا اپنا قبلہ ہوتا، ہر ایک کا اپنا کعبہ ہوتا، اپنا دین ہوتا، تو دین بگڑ جاتا ہے، دین اپنی اصلی شکل میں باقی ہی اس لیے ہے کہ یہ مستند دین ہے۔ اگر یہ مستند دین نہ ہوتا اور اس میں پیروکاری نہ ہوتی اور تقلید نہ ہوتی تو دین آج باقی نہ رہتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد بن اشکاب کہتے ہیں اور ابن اشکاب بھی تین ہیں۔ ایک احمد ہیں، ایک محمد ہیں، ایک علی ہیں۔ علماء نے اتنی خدمت کی ہے کہ ایک ایک چیز کی تحقیق کی ہے۔ روایت کرنے والا کون ہے ابن اشکاب کون سا ہے وہ تو تین ہیں۔ فرمایا احمد ہے، محمد نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تک بتلا دیا کہ احمد محمد اور علی میں باہم کوئی قرابت بھی نہیں ہے۔ بظاہر تو سارے کے سارے احمد بن اشکاب ہیں، محمد بن اشکاب ہیں، علی بن اشکاب ہیں۔ عام آدمی تو یہی سمجھے گا کہ یہ تینوں بھائی ہیں لیکن یہ بھی اُس میں وضاحت کردی کہ لَيْسَ بَيْنَهُمْ قَرَابَةٌ کوئی ان کے درمیان قرابت نہیں ہے۔ کتنی بڑی خدمت ہے کہ آج چودہ سو سال بعد بھی یہ بات محفوظ ہے کہ یہ جو تین ہیں ان میں آپس میں کوئی قرابت نہیں ہے۔ یہ آج بھی محفوظ ہے اور آگے مزید چودہ سو سال گزر جائیں گے تو بھی یہ بات اسی طرح محفوظ رہے گی اس کو کوئی بدل نہیں سکے گا۔ وہ فرماتے ہیں اُن کے استاد کہ مجھے ''محمد بن فضیل'' نے بتایا میں بھی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا اور آگے محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ مجھے ''عمارہ بن قعقاع'' نے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ''ابو زُرعہ'' نے بتلایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے '' ابو ہریرہؓ '' نے بتایا اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات نبی علیہ السلام نے بتلائی۔

ہر راوی بِلا دلیل طلب کیے تقلید کر رہا ہے :

اب یہ سب (راوی) کرتے چلے آرہے ہیں، تسلیم ہے۔ کہیں یہاں یہ بات نہیں آتی کہ امام بخاریؒ نے اپنے اُستاد سے دلیل طلب کی ہو اِس بات کی کہ یہ دلیل دیں مجھے کہ یہ بات آپ نے نبی علیہ السلام سے سنی، بلا دلیل کے اس پر اعتماد کیا اور اسے نقل کر دیا۔ اُن کے استاد نے بھی ایسے ہی کیا، اُن کے استاد نے بھی ایسے ہی کیا، اُن کے استاد نے بھی ایسے ہی کیا۔ تو یہ تقلید ہے اپنے سے بڑے کی جو کہ ثقہ ہو اور عادل ہو، دیانت دار ہو اُس کی تقلید کرنی پڑے گی ورنہ تو کام ہی نہیں چلے گا۔

تقلید فطرت کا حصہ ہے، آج کے غیر مقلد بھی تقلید ہی کرتے ہیں :

اور ہر آدمی حتی کہ غیر مقلد بھی تقلید کرتے ہیں، کہتے تو یہ ہیں کہ ہم کسی کو نہیں مانتے لیکن تقلید کرتے ہیں۔ اُن کی مسجد میں امام سے جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا ہے تو کبھی آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ امام نے اُس مسئلہ پوچھنے والے کے منہ پہ تھپڑ مار دیا اس لیے کہ تو مسئلہ کیوں پوچھنے آیا، تو خود پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا اس میں کیا حکم ہے بلکہ وہ خود مسئلہ بتاتا ہے کوئی نہ کوئی، تو یہ تقلید ہوگئی۔ تقلید تو ایسی چیز ہے کہ جو انسان کی فطرت کا حصہ ہے دُنیاوی معاملات میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی، تقلید کے بغیر تو چارہ ہی نہیں ہے۔ تو یہ (سند) اِرشاد فرمانے کے بعد فرماتے ہیں كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ یہ ترجمۃ الباب سے اس جملے کی مناسبت آگئی کہ یہ جو دو کلمے ہیں جو آگے بیان ہو رہے ہیں آنے والے ہیں یہ ترازو میں وزنی ہیں تو وزن آگیا اِن کا۔ ترازو میں ان کا بہت وزن ہے، اللہ کے ہاں ان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ تو یہ ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مناسبت ہو رہی ہے۔ اب وہ کیا دو کلمے ہیں فرمایا '' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ''. اس پر مزید اور تشریح بھی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب مدظلہم العالی بہت تھکے ہوئے ہیں اور حضرات بھی مصروف ہیں اس لیے ہم اِسی پر اقتصار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال قبول فرمائے، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ہماری مغفرت فرمائے، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

✡ ✡ ✡

سلسلہ نمبر ۲۵ قسط : ۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

واقعۂ شہادت ذی النورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مسئلہ قصاص اور نعرۂ قصاص

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کے بعد :

هَرَبَ مَرْوَانُ وَوُلْدُهٗ وَجَآءَ عَلِيٌّ اِلَى امْرَأَةِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهَا. مَنْ قَتَلَ عُثْمَانَ قَالَتْ لَآاَدْرِىْ دَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ لَآاَعْرِفُهُمَا وَمَعَهُمَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ. وَاَخْبَرَتْ عَلِيًّا وَالنَّاسَ بِمَا صَنَعَ فَدَعَا عَلِيٌّ مُحَمَّدًا فَسَأَلَهٗ عَمَّا ذَكَرَتْ امْرَأَةُ عُثْمَانَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ لَمْ تَكْذَبْ قَدْ وَاللّٰهِ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَاَنَا اُرِيْدُ قَتْلَهٗ فَذَكَّرَنِىْ اَبِىْ فَقُمْتُ عَنْهُ وَاَنَا تَائِبٌ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهِ مَا قَتَلْتُهٗ وَلَآاَمْسَكْتُهٗ فَقَالَتْ امْرَأَتُهٗ صَدَقَ وَلٰكِنَّهٗ اَدْخَلَهُمَا.

(الصواعق المحرقة ص ۱۱۸)

''مروان اور اُس کے بچے بھاگ نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صاحبہ کے پاس گئے۔ اُن سے دریافت کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا ہے؟ اُنہوں نے بیان دیا میں نہیں جانتی۔ ان کے دو آدمی آئے جنہیں میں نہیں جانتی اُن کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا جو کچھ اُس نے کیا تھا وہ اِنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو

بتلایا۔ حضرت علیؓ نے محمد کو بلایا جو کچھ حضرت عثمانؓ کی اہلیہ صاحبہ نے بیان فرمایا تھا وہ سنا کر دریافت کیا۔ محمد نے کہا انہوں نے صحیح بیان دیا۔ خدا کی قسم میں اِن کے پاس اسی اِرادہ سے آیا تھا کہ اِنہیں قتل کر دوں۔ انہوں نے میرے والد کا ذکر کر کے (اُن کا تعلق) یاد کرایا۔ میں اُن کے پاس سے خدا سے توبہ کرتا ہوا اُٹھ کر چلا گیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے اِنہیں قتل کیا ہے نہ میں نے پکڑا (کہ دوسرے ماردیں) حضرت عثمانؓ کی اہلیہ صاحبہ نے کہا یہ سچ کہہ رہا ہے لیکن یہ اِن دونوں کو اندر لایا تھا۔''

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن باہر سے آنے والے بلوائیوں کے یہ افعال ملاحظہ فرمائے کہ اُنہوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا مسجد میں جانے سے روک دیا۔ تو آپ نے حضرت معاویہ کو شام اور ابنِ عامر کو بصرہ اور اہل کوفہ کو حکم نامہ اِرسال فرمایا کہ وہ لشکر بھیجیں جو اُن لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دے۔ حضرت معاویہؓ نے مسلمہ بن حبیب کو بھیجا اور یزید بن اسد القشیر ی بھی ایک لشکر لے کر چل پڑا۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے بھی ایک ایک لشکر روانہ کیا۔ جب ان بلوائیوں کو یہ خبر ملی کہ لشکر روانہ ہو چکے ہیں اُنہوں نے حصار جاری رکھنا طے کرلیا۔ یہ لشکر مدینہ کے پاس نہ پہنچنے پائے تھے کہ انہیں راستہ ہی میں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر مل گئی۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۸۰)

عباسی نے کہا کہ ''قاتلین سے قصاص نہیں لیا گیا تھا'' (خلافت معاویہ ص) یہ تاریخی اعتبار سے بے حقیقت ہے کیونکہ سارا سانحہ شہادت آپ کے سامنے ہی ہے۔ اصل میں یہ اُس زمانہ کا سیاسی نعرہ تھا جو خلافت حضرت علیؓ کے خلاف استعمال کیا گیا تھا۔

قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ایک شخص موت اسود یا سودان یا اسود یا ابورومان یا روما یا حمار تھا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور یہ وہیں دار ہی میں مارا گیا تھا۔

(۲) کلثوم التجیبی بھی وہی دار ہی میں مارا گیا تھا۔ یہ دو آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

(۳) تیسرا نام مصنف ابن ابی شیبہ سے معلوم ہوا۔ ابوعمرو بن بدیل الخزاعی۔ وہ اور اُس کے ساتھی بھاگ گئے تھے لیکن راستہ ہی میں پکڑے گئے اور مارے گئے۔

لیکن حضرت نائلہ بنت الفرافصہ کے بیان سے معلوم ہورہا ہے کہ ارتکاب قتل دو ہی آدمیوں نے کیا تھا۔ بہت بعد میں سہم بن خنش نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو جو بیان دیا ہے اور اُنہوں نے اِن سے اس حیثیت سے دریافت کیا تھا کہ وہ یوم الدار میں خود گھر میں موجود تھے۔ اُنہوں نے بھی قاتلین سیدنا عثمانؓ دو ہی بتلائے ہیں۔ اِن ہی روایات سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ یہ قاتلین بلکہ کچھ اُن کے معاونین سب ہی مارے گئے تھے۔ یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ارتکابِ قتل کیا تھا۔ تو اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد ان ظالموں میں سے تو کوئی رہا ہی نہ تھا یا مارے گئے تھے یا بھاگ گئے تھے۔ اس لیے آپ نے سب سے پہلے اہلیہ سیدنا عثمانؓ سے جاکر پوچھا لیکن کیس نہیں چل سکتا تھا کیونکہ دونوں قاتل مارے جا چکے تھے۔

ممدوح عباسی قاضی ابوبکر بن العربی اسی اعتراض کا جواب لکھتے ہیں (کیونکہ یہ اعتراض عباسی صاحب سے بہت پہلے کا ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحابۂ کرامؓ نے حکم بالحق (حق فیصلے) کرنے پر بیعت کی تھی اور وہ (قتل کے کیس میں) اس طرح ہوا کرتا ہے کہ طالب قصاص حاضر عدالت ہو، مدعٰی علیہ موجود ہو اور دعویٰ دائر کیا جائے، گواہ شہادت دیں اور حاکم فیصلہ دے لیکن مطلقاً ایک بات ہی لے کر یا بغیر تحقیق کیے کہ یہ کام کس نے کیا ہے اور بغیر مدعی و مدعٰی علیہ کی گفتگو سنے حاکم پر زور دینا کہ وہ فیصلہ دے تو یہ دین اسلام میں نہیں آیا ہے فَلَیْسَ ذٰلِكَ فِیْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ . (العواصم ص ۱۴۶)

شرعی اعتبار سے حضرت نائلہ ؓ کی تصدیق کے بعد محمد بن ابی بکر پر حد قتل نہیں جاری کی جا سکتی تھی۔ بقیہ مدعٰی علیہما دونوں مارے ہی جا چکے تھے۔

اب دوسری بات عرض کرتا ہوں کہ اُس دَور میں قاتلینِ عثمان سے قصاص کا مطلب یہ تھا کہ ان سب باغی گروہوں سے انتقام لیا جائے یا اُن میں جو لیڈر تھے انہیں بھی سزا دی جائے۔ اسی خیال سے حضرت عائشہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بصرہ روانہ ہوئے، اُن کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وعنہم وہاں پہنچے تو اِس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت علیؓ نے ''ذی قار'' مقام پر پڑاوٗ ڈالا اور ایک صحابی حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو ان حضرات سے گفتگو کے لیے بھیجا۔ وہ بصرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ سلام کیا اور بصرہ آنے کی وجہ دریافت کی۔ اُنہوں نے فرمایا اَلْاِصْلَاحُ بَیْنَ النَّاسِ لوگوں میں اِصلاح مقصود ہے۔ قعقاع نے عرض کیا کہ حضرت طلحہ و زبیر کو بھی طلب فرمالیں تاکہ میری اور اُن کی گفتگو جناب کے سامنے ہو جائے۔ اُنہوں

نے ان حضرات کو بلوایا۔ حضرت قعقاع نے اِن دونوں حضرات سے وہ گفتگو نقل کی جو حضرت عائشہؓ سے ہوئی تھی۔ پھر دریافت کیا کہ کیا آپ حضرات کی بھی یہی رائے ہے یا کچھ اور۔ ان ہر دو حضرات نے فرمایا کہ یہی رائے ہے۔ قعقاع نے دریافت کیا کہ اصلاح بین الناس کی کیا صورت ہو؟ خدا کی قسم اگر ہماری سمجھ میں بھی وہ صورت اصلاح سمجھ میں آ گئی جو آپ اختیار کر رہے ہیں تو ہم بھی وہی کریں گے اور اگر ہماری سمجھ میں نہ آئی تو ہم اِس طریقہ پر چل کر اصلاح نہ کریں گے۔ ان دونوں اکابر نے فرمایا کہ ''قاتلین عثمان'' اگر ان سے بدلہ لینا چھوڑ دیا گیا تو قرآن (حکم قرآن) کو چھوڑنا ہوگا۔

قعقاع نے عرض کیا آپ حضرات نے اہل بصرہ میں سے (بصرہ پر چڑھائی اور فتح کے وقت) قاتلینِ عثمان کو مار دیا ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آپ لوگ آج کی بہ نسبت انہیں قتل کرنے سے پہلے استقامت (صحیح راہ پر جمنے) کے زیادہ قریب تھے، آپ نے چھ سو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اب ان کی حمایت میں اُن کے چھ ہزار غصہ میں ہیں۔ آپ لوگوں سے الگ ہو کر وہ یہاں سے چلے گئے۔ آپ نے حرقوص[1] بن زہیر کو پکڑنا چاہا تو اُسے اِن چھ ہزار نے پناہ دی۔ اب اگر آپ اُن کو اسی طرح چھوڑتے ہیں تو جو کچھ آپ نے فرمایا ہے کہ بدلہ نہ لینے سے قرآن پاک کا ترک لازم آتا ہے وہی ترکِ قرآن آپ پر لازم آ رہا ہے۔ اور اگر آپ اِن چھ ہزار سے لڑتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی لڑتے ہیں جو انتقام عثمانؓ کی وجہ سے آپ سے الگ ہو گئے وَاِنْ قَاتَلْتُمُوْهُمْ وَالَّذِيْنَ اعْتَزَلُوْكُمْ فَاُدِيْلُوْا عَلَيْكُمْ اور وہ آپ پر (اُلٹے) غلبہ پا جائیں تو اِس صورت میں یہ ہوگا کہ جس چیز سے ڈر کر اِس معاملہ پر آپ نے قابو پایا ہے اگر اور یہ سلسلہ بڑھایا تو وہ اِس سے بڑا گناہ بن جائے گا جسے آپ اِس وقت مکروہ ناپسند اور ترکِ قرآن سمجھ رہے ہیں (یعنی انتقام کے بجائے لڑائی بن جائے گی اور خون خرابہ ہوگا اور فائدہ حاصل نہ ہوگا)

---

[1] حرقوص کا قبیلہ بنی سعد تھا۔ یہ عثمانی تھے یعنی حضرت عثمان کے حامی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد اُنہوں نے حضرت عائشہؓ کا ساتھ چھوڑ دیا الگ ہو گئے۔ نیز بصرہ فتح کرتے وقت جو قتال ہوا تھا اُس کے بعد جب قاتلین عثمان کے نام سے کچھ لوگ قتل کیے گئے اور وہ عبدالقیس کے تھے تو عبدالقیس بھی خفا ہو گئے۔ اور عبدالقیس حضرت علی کی اطاعت پر قائم رہنے کے قائل بھی تھے (الکامل ج۳ ص۲۱۹)۔ (غالبًا اس طرح حضرت عائشہؓ کے تازہ مخالفین کی تعداد بارہ ہزار بن جاتی تھی) حضرت طلحہ اور زبیر نے لوگوں کے وظائف اور عطیات جاری کرنے کا حکم فرمایا اور جن لوگوں نے اطاعت قبول کر لی تھی انہیں زیادہ دینے کا حکم فرمایا۔ (الکامل ج۳ ص۲۱۹)

اور اگر آپ حضرات نے مُضَر اور ربیعَہ کو ان شہروں سے روکا تو وہ آپ سے آمادۂ جنگ ہو جائیں گے آپ کو چھوڑ دیں گے اور اپنوں کی مدد کریں گے جیسے کہ یہ لوگ اس حادثۂ عظیمہ اور گناہ کبیرہ (قتل سیدنا عثمانؓ) کے لیے جمع ہو گئے تھے (اور مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر آپ بتلائیں (آپ اس کے حل کے لیے کیا رائے رکھتے ہیں؟) حضرت قعقاع نے عرض کیا اس معاملہ کا علاج یہ ہے کہ بالکل سکون ہو جب سکون ہوگا تو یہ پکڑے جائیں گے۔ اگر آپ حضرات بیعت کرلیں گے تو یہ ''علامتِ خیر اور آغازِ رحمت'' ہوگا اور اِس طرح انتقام لیا جاسکے گا۔ اور اگر آپ اِسی بات پر زبردستی قائم رہے اور انجان راستہ پر چلتے رہے تو یہ ''علامتِ شر'' ہوگی اور یہ انجام (خیر) ہاتھ نہ آئے گا۔ عافیت کو ترجیح دیجئے وہ (انشاءاللہ) ملے گی۔ اور آپ حضرات اسی طرح خیر کی کنجیاں بنے رہیے جیسے پہلے تھے اور ہمیں امتحان میں نہ ڈالیے کہ آپ خود بھی امتحان میں مبتلا ہو جائیں گے اور یہ ہمیں اور آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ خدا کی قسم میں اِسی بات کا قائل ہوں اور اسی کی آپ کو دعوت دیتا ہوں اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں (ہماری بات) نامکمل نہ رہ جائے۔ پھر ایسا نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اِس اُمت سے جتنا وہ چاہے (خیر کو) اُٹھالے (اور لوگ مارے جائیں جبکہ اُمت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ) اُس کا سامان (پہلے ہی) کم ہو گیا ہے اور آفتیں جو نازل ہو چکی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ کیونکہ یہ حادثہ (شہادتِ عثمانؓ) جو پیش آیا ہے حد سے زیادہ بڑا ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے جیسے کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہو یا ایک مجمع نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہو یا ایک قبیلہ نے ایک آدمی کو مار دیا ہو۔

حضرت قعقاع کی گفتگو نہایت مدلل اور واضح تھی۔ تجربہ اِس کی صحت کی شہادت دے رہا تھا جو بصرہ پر قبضہ اور انتقام لینے کے نتیجہ میں سامنے آیا تھا۔ اس لیے اِن تینوں حضرات نے جواب میں فرمایا :

قَالُوْا قَدْ اَصَبْتَ وَاَحْسَنْتَ فَارْجِعْ فَاِنْ قَدِمَ عَلِیٌّ وَهُوَ عَلٰی مِثْلِ رَأْیِكَ صَلُحَ هٰذَا الْاَمْرُ. (الکامل ج۳ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

''تم نے بالکل ٹھیک اور اچھی باتیں کیں، جا کر بتلا دیں پھر اگر علی آئے اور اِن کی رائے بھی تمہاری رائے کی طرح ہوئی تو یہ معاملہ درست ہو جائے گا۔''

اِس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اِس مسئلہ میں ان حضراتِ ثلٰثہ نے اپنی رائے سے بعد تجربہ رجوع

فرمالیا اور چاروں اکابر کی رائے ایک ہوگئی۔

ابن اثیر روایت میں لکھتے ہیں :

فَرَجَعَ اِلٰی عَلِیٍّ فَاَخْبَرَہٗ فَاَعْجَبَہٗ ذٰلِکَ (الکامل ج۳ ص ۲۳۴)

''قعقاع حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے انہیں باتیں بتلائیں انہیں یہ باتیں پسند آئیں''۔

حضرت علیؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا جس میں یہ بھی فرمایا کہ میں کل ذی قار سے بصرہ جارہا ہوں میرے ساتھ سب چلیں لیکن ایسا کوئی شخص میرے ساتھ نہ ہو جس نے حضرت عثمانؓ کے خلاف کسی بھی قسم کی کوئی کارروائی کی ہو۔ اور (جو شیلے) کم سمجھ لوگ (میرے ساتھ نہ ہوں) مجھ سے دُور رہیں۔ حضرت علیؓ نے ظاہر ہے یہ اعلان اس لیے فرمایا تھا کہ حضرت عائشہ وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے عام ساتھی تک مطمئن ہو جائیں اور سب آپس میں پھر مل جائیں امن وسکون ہو لیکن اس میں اُن لوگوں کی موت تھی لہٰذا اُنہوں نے وہ کچھ کیا جو قیاس سے باہر ہے جس کے نتیجہ میں جنگِ جمل پیش آئی۔

انہیں حضرت علیؓ سے یا اُن کے قبائل سے الگ کرنا ممکن نہ تھا جیسے کہ حرقوص کو بنی سعد نے باوجودیکہ وہ عثمانی تھے پناہ دی تھی اور خفا ہو کر حضراتِ ثلثہ سے الگ ہو گئے تھے۔ جب حضرت علیؓ جنگِ جمل کے بعد شام کی طرف روانہ ہوئے تو یہی سوال وجواب حضرت معاویہؓ سے شروع ہوا۔ (جاری ہے)

بقیہ : درسِ حدیث

خلیفہ کا مشیر کی رائے دُرست قرار دینا :

تو حضرت ابوبکرؓ نے پھر اسی طرح سے کیا۔ یہاں جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کی بھی تعریف کی ہے اور ''معاذ بن عمرو بن جموح'' کی بھی تعریف کی ہے۔ یہ عمرو بن جموح جو ہیں یہ اُحد کے میدان میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن کے بیٹے ہیں معاذ بن عمرو بن جموح۔ اِن کی بھی رسول اللہ ﷺ نے تعریف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا ....

رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کے احکام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے :

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ. (مشکوۃ ص ۱۸۲ بحوالہ بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔''

تشریح : ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے، اِس کے علاوہ دوسرے ایام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہؓ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند کس لیتے تھے۔ علماء نے اس کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ''خوب کمر کس لو'' اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا اس لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو **ایقظ اھلہ** فرمایا اُس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اِس مقصد کے لیے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو، وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل وعیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

حضور اقدس ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ پھر رمضان کے اندر خصوصاً اخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے۔ کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپ ﷺ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا اخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں، لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے۔ اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لیے اُٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو۔ جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطاء فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شبِ قدر کی فضیلت :

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے پھر اِس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اِس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔ پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا ہے۔ ہزار مہینے سے شب قدر کس قدر بہتر ہے اُس کا علم اللہ ہی کو ہے مومن بندوں کے لیے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ اسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرُهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجه) یعنی جو شخص شبِ قدر سے محروم ہو گیا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اِس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بُجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو۔ تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا۔ جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگا دے اور

بیس کروڑ روپیہ پالے۔ جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اُس نے توجہ نہ کی اُس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اِس اُمت کی عمر بہت سے بہت ۷۰۔۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے یہ اِحسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی اُمتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے کہ اِس اُمت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو۔ خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اِس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو۔ بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شب قدر کی دُعا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ شب قدر میں کیا دُعا کروں؟ تو آپ ﷺ نے یہ دُعا تعلیم فرمادی :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ،

''اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرمادیجیے۔''

دیکھیے کیسی دُعا ارشاد فرمائی۔ نہ زَر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دُھن نہ دولت، کیا مانگا جائے؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے۔ وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا۔ اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دُنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت و ثروت بے کار ہوگی۔ اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (بخاری) جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا رہا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول

ہو۔ اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغولِ عبادت رہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ''اِحْتِسَابًا'' کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو۔ بوجھ سمجھ کر بد دلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اُس کا اِنہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اِس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں۔ عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شب قدر کی تاریخیں :

شب قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۵ ویں ۲۷ ویں ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ خصوصاً ۲۷ ویں شب کو تو ضرور جاگیں کیونکہ اِس دن شب قدر ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح :

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صورتِ موجودہ میں اِس اِحتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسرؔی یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی تو یہ بات سخت اَندیشہ ناک تھی۔ تیسرؔی یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ

نصیب نہ ہوتا اور اَب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں۔ اِس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر راتوں رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اُن کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلادی گئی ہو اور اُس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم**

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ . (مشکوۃ شریف ص ۱۸۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

''حضرت عائشہ ؓ روایت فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔''

تشریح : رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے۔ جتنا ممکن ہو اِس ماہ میں نیک کام کرلو اور ثواب لوٹ لو۔ پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو ''عشرۂ اخیرہ'' کہا جاتا ہے) اعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ ہر سال اِن دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا جیسا کہ اُوپر حدیث میں مذکور ہوا۔ یہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ زمانۂ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اِس میں انسان یکسو ہو کر اپنے اللہ سے لَو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے اس لیے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اِعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لیے وہی مسجد ہے عورتیں اِسی میں اعتکاف کریں۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پنج وقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے۔ البتہ پیشاب، پاخانہ کے لیے وہاں سے چلے جانا درست ہے۔ اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں سوئے، وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے۔ جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے۔ خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی اُمید ہو اِن راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

مسئلہ : اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں، نہ رات میں نہ دن میں۔

مسئلہ : یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے نہ چالے یہ غلط ہے۔ بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا، بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب درست ہے۔ اور عورت کے لیے اِس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ : اگر اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اُس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کرلیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اِس کے لیے (ان) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنہیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

فائدہ : جس دن صبح کو عید یا بقر عید ہو اِس رات کو بھی ذکر، عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اُس دن اُس کا دل مردہ نہ ہوگا جس دن دل مردہ ہوں گے (یعنی قیامت کے دن)۔ (باقی صفحہ ۴۵)

قسط : ۹

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

(۳۰) اَخْرَجَ الدَّیْلَمِیُّ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَرْبَعَۃٌ اَنَالَھُمْ شَفِیْعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَلْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَھُمْ حَوَائِجَھُمْ وَالسَّاعِیْ لَھُمْ فِیْ اُمُوْرِھِمْ عِنْدَ مَااضْطَرُّوْا اِلَیْہِ وَالْمُحِبُّ لَھُمْ بِقَلْبِہٖ وَلِسَانِہٖ .

دیلمیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول مقبول ﷺ نے، چار شخص ہیں کہ میں (خاص طور پر) قیامت کے دن اُن کی سفارش کروں گا۔ اوّل وہ شخص جو میری اولاد کی تعظیم کرنے والا ہو۔ دوسرا وہ جو اُن کی حاجتیں پوری کرتا ہو۔ تیسرا وہ جو اُن کے کاموں میں کوشش کرتا ہو جس وقت کہ وہ لوگ اُس شخص کی طرف مضطر ہوں۔ چوتھا وہ کہ اُن سے محبت رکھنے والا ہو اپنے دل اور اپنی زبان سے۔

ف : یہ چاروں شخص حضور سرور عالم ﷺ کی اولاد سے حسن برتاؤ کرنے والے ہیں جو اِس نعمتِ عظمیٰ شفاعتِ خاصہ سے مشرف ہوں گے۔ پس عاشقانِ رسول اور محبان اولاد بتولؓ کو لازم ہے کہ حضرات اہلِ بیت کرام سے جان و مال سے دریغ نہ کریں گو عام طور پر سب کے ساتھ شریعت نے احسان وسلوک کی ترغیب دلائی ہے اور اُس پر بے حد ثواب کا وعدہ ہے مگر اہل بیت اطہار بوجہ قرابت نبوی ﷺ اس اَمر کے زیادہ مستحق ہیں اور اُن کی جو کچھ خدمت کی جاوے بڑی تعظیم سے کرنا چاہیے اور اپنے کو یوں سمجھے کہ میں ان کی خدمت کے لائق نہیں اِس لیے کہ وہ واسطہ جو اُن کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہے اُس اعتبار سے تو اُن کی خدمت ممکن ہی نہیں جس کے لیے تمام مخلوق پیدا ہوئی۔ اگر تمام دُنیا اور اہل دُنیا اُس ذات مقدسہ اور اُس کی اولاد طاہرہ پر نثار ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں جس کی خاطر اور دلداری خدا تعالیٰ فرماوے، بندہ کی کیا مجال ہے کہ

اُس مقدس ذات کی خاطر و دلداری کا حق ادا کرسکے خوب غور سے سمجھ لو۔

(۳۱) اَخْرَجَ الدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ .

دیلمیؒ نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول مقبول ﷺ نے، سخت ہوا غضب اللہ کا اُس پر جو مجھے رنج دے میری اولاد اور اہل بیت کے بارے میں۔

ف : یعنی میری اولاد و اہل بیت کو رنج دے اور پھر اس وجہ سے مجھے رنج ہوگا تو ایسے شخص پر خدا کا سخت عذاب اور غصہ نازل ہوگا اور ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ بددُعا کے لیے ہو پس معنی یہ ہوں کہ سخت ہووے خدا کا غصہ اُس پر جو مجھے میری اولاد اور اہل بیت کے بارے میں رنج پہنچاوے۔ بہرحال معاملہ سخت اور عذابِ دردناک ہے مُوذیانِ اہل بیت نبوی ﷺ کے لیے خواہ کلام مذکورہ جملہ خبریہ ہو یا جملہ دُعائیہ ہو۔

(۳۲) اَخْرَجَ الدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَھْلُ بَیْتِیْ وَالْاَنْصَارُ کَرِشِیْ وَعَیْبَتِیْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِھِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِیْئِھِمْ .

دیلمیؒ نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، میرے اہل بیت اور انصار (انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں جناب رسول مقبول ﷺ کا ساتھ دیا اور ہر طرح مدد کی اور نیز مسلمانوں کی بھی دلداری اور مدد کی) خالص دوست اور محلِ اعتبار و موضع راز ہیں۔ پس قبول کرو (نیک کام) اُن میں سے اُن لوگوں کا جو نیک بخت ہیں اور درگزر کرو اور معاف کرو برے کام کو اُن لوگوں کے جو اُن میں سے بدکار ہیں اور گنہگار ہیں۔

ف : اِس کے متعلق مفصل مضمون پہلے بیان ہوچکا ہے یہاں سے بڑی عزت اور ہدایت برائے دلداری حضرات اہل بیت و انصار ثابت ہوئی کہ اگر چہ وہ بدکار اور گنہگار ہوں لیکن تم لوگ بوجہ میری قرابت کے اُن سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ یہ غرض نہیں کہ احکام شرعیہ میں بھی اُن سے درگزر کرو اور دارو گیر نہ کرو بلکہ احکام شرعیہ میں گرفت کرنا تو عین شفقت ہے اس میں کوتاہی تو اُن کے حق میں مضر اور ممنوع ہے۔ (جاری ہے)

بسلسلہ اصلاح خواتین

عورتوں کے عیوب اور اَمراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حرص اور بے صبری کا مادہ کیسے پیدا ہو جاتا ہے ؟ :

عورتوں میں زیور کپڑے کی حرص طبعی طور پر ہوتی ہے لیکن آپس میں ملنے ملانے سے یہ حرص اور بڑھ جاتی ہے۔ ان کا آپس میں ملنا جلنا بڑا غضب ہے۔ ایک دوسری کو دیکھ کر رنگ پکڑتی ہے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے زیور اور کپڑا حیثیت کے موافق دے رکھا ہو تو وہ اُسی وقت تک خوش ہے جب تک برادری بہنوں میں نہ جائے اور جہاں برادری میں نکلنا ہو پھر اُن کی نظر میں اپنا زیور اور کپڑا حقیر معلوم ہونے لگتا ہے۔ دوسروں کا زیور دیکھ کر اِن کا دل للچاتا ہے کہ ہمارے پاس بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اور اِسی میں اپنی حیثیت پر اُن کی نظر نہیں جاتی کہ جس کے پاس ہم سے زیادہ زیور ہے اُس کی حیثیت بھی تو ہم سے زیادہ ہے لیکن جس مرد کی آمدنی پچاس روپے ماہوار ہے وہ بھی برابری کرتی ہے اُس کی جس کے مرد کی آمدنی ہزار روپے ماہوار ہے۔ عورتوں پر ملنے جلنے کا بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مستورات کا آپس میں ملنا جلنا بالکل بند کرادو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے اس مرض کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اگر کسی کا دل دوسروں کے کپڑے زیور دیکھ کر نہ للچائے اُس کو ملنے جلنے کا مضائقہ نہیں، مگر جس پر دوسروں کو دیکھ کر یہ اثر ہو اُس کو ضرور نہ ملنا چاہیے۔

ایک واقعہ :

عورتوں پر ملنے جلنے کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ سہارنپور میں ایک انسپکٹر صاحب تھے جن کی تنخواہ چار پانچ سو روپے ماہوار تھی مگر اُس کی یہ عادت تھی کہ ساری تنخواہ اپنے غریب رشتہ داروں پر خرچ کرتے تھے۔ گھر میں کم رکھتے تھے، اُن کی بیوی کے پاس زیور کا ایک چھلہ بھی نہ تھا۔ نہ گھر میں کوئی خادمہ تھی، بیچاری اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھی اور خود ہی پکاتی تھی اور اِس حالت میں خوش تھی۔ میرے ایک عزیز بھی اُس زمانہ میں سہارنپور میں ملازم تھے اور اُن کا مکان انسپکٹر صاحب کے مکان سے متصل تھا۔ وہ اپنی بیوی کو کسی کے یہاں نہ بھیجتے تھے مگر ایک دفعہ اُن کے عزیز کے گھر والوں کے اصرار پر انہوں نے ملنے کی اجازت دے دی۔ وہ جو یہاں آئی تو اُس

نے یہاں باندیوں اور نوکروں کو بھی اپنے سے اچھا پایا۔ اِن کے پاس کچھ زیور تھوڑا بہت تھا اور انسپکٹر صاحب کی بیوی کے پاس ایک چھلہ تک نہ تھا۔ بس یہاں سے جا کر اِس نے بھی اپنے میاں کی خوب خبر لی۔ واہ صاحب کی تنخواہ بھی تم سے کم ہے پھر بھی اُن کے گھر والے زیور میں لدے پھدے ہیں اور میں بالکل ننگی ہوں اور اُن کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایک کام بھی نہیں کرتی، کئی کئی باندیاں ہیں سارا کام وہی کرتی ہیں اور میں سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں۔ اب مجھ سے اس طرح نہیں رہا جاتا۔ مجھ کو زیور بنا کر دو اور عمدہ لباس بنا کر دو اور گھر میں خادمہ نوکر رکھو۔ وہ انسپکٹر صاحب مجھ سے الٰہ آباد میں ملے تھے۔ بیچارے کہتے تھے کہ شیخ کامل (یعنی عورت سے میل جول) کا اثر ایک منٹ میں ایسا ہوا کہ میری ساری عمر کا اثر فوراً ختم ہوگیا۔ اب میرے گھر میں دن رات زیور کی فرمائش رہتی ہے اور کوئی کام خود نہیں کرتی۔ زیور بنا تا بنا تا تھک گیا ہوں مگر سلسلہ ختم نہیں ہوتا اور میری ساری خیر خیرات بند ہوگئی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اِن کا آپس میں ملنا بڑا غضب ہے۔

دُنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر کو دیکھو :

عورتوں کو بھی چاہیے کہ دُنیا کے بارے میں اپنے سے گھٹیا لوگوں کو دیکھیں۔ مثلاً تمہارا گھر کسی رئیس زادی کے گھر سے کم ہے تو اُن لوگوں پر نظر کرو جن کے گھر تم سے بھی گھٹیا ہیں اور نہایت (چھوٹے اور) تنگ ہیں، پلنگ بچھنے کے بعد چلنے کا بھی راستہ نہیں رہتا۔ وہاں ہوا کا تو کہاں گزر، بارش کا بھی بچاؤ نہیں اور تم ہوادار صحن میں ایسے آرام سے ہوتی ہو کہ صبح کی نماز بھی قضا ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے مکانات دیکھ کر تم کو اپنے مکان کی قدر ہوگی کہ اِس میں جھاڑ فانوس وغیرہ نہیں ہیں تو کیا ہوا، بارش کا بچاؤ تو ہے، ہوا کا گزر تو ہے۔

شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس جوتا نہ تھا تو میں رنجیدہ تھا کہ اچانک میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ جس کے پیر ہی نہ تھے، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے پیر تو ہیں، جوتا نہیں تو کیا ہوا۔

تو دُنیا کے باب میں اپنے سے کمتر حیثیت والوں کو دیکھنے سے دل کو بڑی راحت ہوتی ہے۔ مگر اب ایسا مزاج بدلا ہے کہ دُنیا میں جہاں ذرا کمی ہوئی تو اُس کا تو قلق ہوتا ہے اور اِس پر کبھی نظر نہیں ہوتی کہ اللہ کی بہت سی مخلوق ہم سے بھی ابتر حالت میں ہے۔ ہم اِن سے بہت اچھے ہیں اور دین میں ایسا استغناء برتا جاتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز پر اکتفا کر لیا ہے۔ اگر کوئی اِن سے تہجد و اشراق کو کہہ دے تو جواب میں کہتے ہیں کہ کیا ہم مر جائیں بہت تو کام کرتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ (الکمال فی الدین)

ایک بزرگ کا اِرشاد :

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اُمراء (مالداروں) کے پاس بیٹھنے سے دن بدن میری پریشانی بڑھتی رہی اور میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اُوپر خدا کی کچھ نعمت نہیں۔ پھر میں نے غریبوں کے پاس بیٹھنا شروع کیا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بادشاہ ہوں اور میری ساری پریشانی دُور ہوگئی اور خوشی بڑھ گئی۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ دین کے باب میں انسان کو اپنے سے اُونچے کو جو اُس سے زیادہ دین دار ہو اور دُنیا کے بارے میں اپنے سے نیچے کو دیکھنا چاہیے، مگر آج کل معاملہ برعکس (اُلٹا) ہے۔

لوگ دین کے بارے میں تو اُن لوگوں پر نظر کرتے ہیں جو زیادہ کام نہیں کرتے پھر اپنے دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ اگر ہم رات کو نہیں اُٹھتے تو کیا ہوا۔ فلاں مولوی صاحب بھی تو رات کو نہیں اُٹھتے۔ اگر ہم عمدہ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں تو کیا ہوا فلاں شاہ صاحب بھی تو بڑا عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ دین کے بارے میں لوگ اُن بزرگوں کو نہیں دیکھتے جن کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی اور بیچارے معمولی حالت میں رہتے ہیں اور دُنیا کے بارے میں ہمیشہ اپنے سے زیادہ پر نظر کرتے ہیں۔ ہائے میں فلاں رئیس (مالدار) کے برابر نہیں ہوگیا۔ فلاں سوداگر کے برابر نہیں ہوا، جس سے سوائے پریشانی بڑھنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ (الکمال فی الدین)

✡ ✡ ✡

بقیہ : رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے احکام

رمضان کے بعد دو اہم کام :

(۱) صدقہ فطر : فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ مقرر فرمایا رسول اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد)

(۲) شش عید کے روزے : فرمایا فخر کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اِس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم شریف) ✡ ✡ ✡

نبوی لیل ونہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ برگزیدہ مختلف عنوانات کے تحت :

(۱) نشست :

☆ نشست میں عادتِ طیبہ مختلف رہی: (۱) کبھی اُکڑوں بیٹھتے (۲) کبھی بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں کے آس پاس لپیٹ لیتے (۳) کبھی بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیتے۔

☆ بیٹھے ہوئے ٹیک لگاتے تو اکثر اُلٹی جانب اور اُلٹے ہاتھ کی طرف لگاتے۔

☆ کبھی بطور تفریح کنوئیں کے دہانے میں پاؤں لٹکا کر اور پنڈلیاں کھول کر بیٹھتے۔

(۲) بکریوں کی تعداد :

☆ آنحضرت ﷺ کے پاس سو بکریاں تھیں۔ آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے کہ اِن کی تعداد سو سے متجاوز ہو، چنانچہ جب تعداد بڑھنے لگتی تو اُن میں سے کسی ایک کو ذبح کر ڈالتے تا کہ سو کی تعداد باقی رہے۔

(۳) مسجد میں اعلان :

☆ کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز کے لیے (جو مسجد سے باہر کہیں گم ہوگئی ہو) مسجد میں اعلان کرتا تو آنحضرت ﷺ بہت ناراض ہوتے اور فرماتے لَا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ ضَالَّتَکَ یعنی اللہ تیری گم شدہ چیز نہ ملائے۔

(۴) آنحضرت ﷺ کا ہنسنا :

☆ آنحضرت ﷺ کبھی ٹھٹا مار کر نہیں ہنستے بلکہ صرف مسکراتے۔ آپ ﷺ کی انتہائی ہنسی

میں دانتوں کے صرف کیلئے دکھائی دیتے لیکن کوّا ہرگز دکھائی نہیں دیتا۔

(۵) آنحضرت ﷺ کا رونا :

☆ جس طرح ہنسنے میں ٹھٹھے کی آواز نہیں نکلتی اِسی طرح رونے میں بھی آواز نہیں نکلتی بلکہ ٹھنڈا سانس لیتے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور سینے سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسے کوئی ہانڈی اُبل رہی ہے یا کوئی چکی چل رہی ہے، چنانچہ خود حضورِ اقدس ﷺ اپنے رونے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں **تَدْمَعُ الْعَیْنُ وَیَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا** یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے دل غم کرتا ہے اور زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔

(۶) غم کے وقت کیفیت :

☆ جب آنحضرت ﷺ پر غم و صدمہ طاری ہوتا تو دست مبارک سر اور ڈاڑھی مبارک پر بار بار پھیرتے، ریش مبارک کو پکڑتے اور کبھی اُنگلیوں سے اِس میں خلال کرتے اور فرماتے **حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ**.

(۷) خوشی کے وقت کیفیت :

☆ آنحضرت ﷺ خوشی کے وقت نظر نیچی کر لیتے۔

(۸) صدقہ کے مال کی اہمیت :

☆ کہیں سے صدقہ وغیرہ کی رقم آتی تو جب تک آپ ﷺ اس کو غریبوں اور مستحقوں پر تقسیم نہ فرما دیتے گھر تشریف نہیں لے جاتے۔

(۹) آنحضرت ﷺ کی خانگی مشغولیتیں :

☆ آپ ﷺ جب تک اپنے گھر میں رہتے خانگی کاموں میں مصروف رہتے۔ خالی و بے کار ہرگز نہیں بیٹھتے۔ گھر کے معمولی سے معمولی کام انجام دینے میں آپ ﷺ کو عار نہیں تھا، مثلاً (۱) دودھ دَوہ لیتے۔ (۲) جانوروں کو چارہ ڈال دیتے۔ (۳) کپڑے یا ڈول وغیرہ میں پیوند لگا لیتے۔ (۴) اپنا جوتا خود سی لیتے۔ (۵) خادم کے ساتھ مل کر آٹا پسوا لیتے۔ (جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین قسم کے لوگ جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائیں گے :

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : " ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَایَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَایُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ" (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو اُن سے (مہربانی وعنایت سے) کلام کریں گے، نہ (بنظرِ رحمت) اُن کی طرف دیکھیں گے اور نہ اُن کو (گناہوں سے) پاک کریں گے اور اُن تینوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یہ لوگ خائب وخاسر ہوں، یہ کون لوگ ہیں اے اللہ کے رسول (ﷺ)؟ فرمایا: (ایک) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، (دوسرا) احسان جتلانے والا، (تیسرا) جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

تین قسم کے لوگ جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیکی اُوپر جاتی ہے :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :"ثَلٰثَۃٌ لَّایُقْبَلُ لَھُمْ صَلٰوۃٌ وَّلَاتَصْعَدُ لَھُمْ حَسَنَۃٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَوَالِیْہِ فَیَضَعُ یَدَہٗ فِیْ اَیْدِیْھِمْ وَالْمَرْاَۃُ السَّاخِطُ عَلَیْھَا زَوْجُھَا وَالسَّکْرَانُ حَتّٰی یَصْحُوَ" (شعب الایمان بیھقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی اُوپر جاتی ہے۔ ایک تو بھاگا ہوا غلام جب تک

کہ وہ اپنے مالکوں کے پاس واپس آکر اُن کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیدے۔ دوسری وہ عورت جس سے اُس کا خاوند ناراض ہو، تیسرا نشہ کرنے والا جب تک کہ ہوش میں نہ آجائے۔

ف : اِس قسم کی بعض احادیث پیچھے گزر چکی ہیں، وہاں اُن کی جو تشریح کی گئی ہے اُسے ملاحظہ کرلیا جائے۔

تین چیزیں جو ہنسی مذاق میں بھی واقع ہوجاتی ہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : " ثَلٰثٌ جِدُّھُنَّ جِدٌّ وَھَزْلُھُنَّ جِدٌّ اَلنِّکَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ " (ترمذی ابوداوٗد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور ہنسی مذاق میں منہ سے نکالنا بھی قصد ہے (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت

ف : حدیث پاک میں جو لفظ "جِدّ" آیا ہے اُس کے معنی سعی و کوشش کے ہوتے ہیں لیکن یہاں اِس سے مراد یہ ہے کہ جو لفظ جس معنی کے لیے وضع ہوا ہے زبان سے ادا کرتے وقت اُس لفظ کے وہی معنی مراد لینا، مثلاً لفظ "نَکَحْتُ" (میں نے نکاح کیا) زبان سے جب ادا کیا جائے تو اِس سے نکاح کرنا ہی مراد لیا جائے یا جب لفظ "طَلَّقْتُ" (میں نے طلاق دی) زبان سے ادا کیا جائے تو اِس سے طلاق دینا ہی مراد لیا جائے۔ اور لفظ "ھَزْل" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی لفظ زبان سے ادا تو کیا جائے لیکن اُس کے معنی مراد نہ ہوں اِس تشریح کی روشنی میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہوگا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو زبان سے ادا ہوتے ہی وقوع پذیر ہوجاتی ہیں خواہ اُن کے معنی مراد ہوں یا نہ ہوں۔ چنانچہ اگر دو اجنبی مرد و عورت کے درمیان ہنسی ہنسی میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہوجائے تو نکاح ہوجائے گا اور وہ دونوں میاں بیوی بن جائیں گے۔ یا اگر کوئی ہنسی مذاق میں طلاق دیدے تو طلاق پڑجائے گی اسی طرح اگر طلاق رجعی کے بعد ہنسی ہنسی میں طلاق دینے والا رجوع کرلے تو رجعت ثابت ہوجائے گی۔ ☆☆☆

قسط : ۴ ، آخری

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مقلدین کے بارے میں غیر مقلدین (نام نہاد اہلِ حدیثوں) کا نقطہ نظر

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

مولانا جونا گڑھی کی ایک کتاب کا نام ''شمع محمدی'' ہے۔ اُس کے صفحہ ۱۶۷ پر رقمطراز ہیں :

''اگر تقلید کا کوئی نقصان اِس کے سوا نہ ہوتا کہ انسان حدیث و قرآن پر عمل کرنے کے لیے اِس کے بعد آزاد نہیں رہ سکتا تو یہی نقصان حرمت تقلید کے لیے کافی تھا۔''

اِس عبارت سے بھی مقلدین کے خلاف بغض اور حسد کا اظہار ہوتا ہے۔ حالانکہ تمام مقلدین پہلے قرآن و سنت کے مسائل پر عمل کرتے ہیں، اُس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جس بات پر اجماع ہو گیا اُسے بھی دلیلِ شرعی سمجھتے ہیں۔ اُس کے بعد اجتہادی مسائل میں اپنے اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ ہاں قرآن و حدیث پر آزادانہ عمل کرنے کی اگر ہر ایک کو اجازت ہو تو دین بازیچۂ اطفال بن جائے گا۔ ایک اَن پڑھ عربی زبان سے ناواقف غیر مقلد اپنی مرضی سے کیسے قرآن و حدیث پر عمل کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے کسی عالم سے مسئلہ پوچھے گا، وہ جیسے بتائے گا اُس پر عمل کرے گا۔ پھر آزادانہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ، چہ معنی دارد؟ یہ کہنا کہ مقلدین قرآن و حدیث پر عمل نہیں کرتے یہ صرف غیر مقلدین کا پروپیگنڈا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم مقلدین بحمد اللہ شریعت کی چاروں حجتوں پر بالترتیب عمل کرتے ہیں جبکہ غیر مقلدین قرآن و حدیث کا نام لے کر اپنے مولوی کی یا ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ مولانا جونا گڑھی ''شمع محمدی'' کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں :

''حدیث کے خلاف کسی اور کی بات ماننا پھر اُسے تقلید کہنا جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جسے شرک کہا جاتا ہے جس سے بچنا مسلمانوں پر اُتنا ہی فرض ہے جتنا کالی بھوانی کو نہ ماننا''۔

یہاں پر بھی مولانا لفظِ حدیث کا ذکر کر رہے ہیں حالانکہ معمول بھا سنت رسول ہے نہ حدیثِ رسول ﷺ۔ آپ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میری حدیث کی پیروی کرو۔ آپ نے جہاں بھی فرمایا اِتَّبِعُوْا سُنَّتِیْ

فرمایا۔ کاش کہ غیر مقلدین کو حدیث اور سنت کا فرق معلوم ہوتا تو وہ ہر جگہ اتباعِ حدیث کا شور نہ مچاتے۔ ہر باب میں بہت سی احادیث ہوتی ہیں۔ اُن میں سے سنت کا تلاش کرنا ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہمارے ائمہ کرامؒ نے ہر باب کی تمام احادیث میں سے سنت کا تعین کر دیا ہے، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ اب ہمیں صرف اپنے امام کی بات مان کر اُس سنت پر عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر نماز میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں اِس سلسلہ میں چار قسم کی احادیث ہیں: (۱) ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا (۲) ناف کے اُوپر باندھنا (۳) سینہ پر ہاتھ باندھنا (۴) ہاتھوں کو نہ باندھنا بلکہ چھوڑ دینا۔ اگر ایک غیر مقلد صرف سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث پر عمل کرے گا تو باقی تین قسم کی احادیث کا منکر بن جائے گا اور اہل حدیث نہ رہے گا۔ ہمارے امام صاحبؒ کو بھی اِن چار قسم کی احادیث کا علم تھا۔ اُنہوں نے ان میں سے سنت تلاش کر کے ہمارے لیے آسانی پیدا کر دی۔ آپؒ چونکہ تابعی ہیں اس لیے صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اس لیے آپ نے حضرت علیؓ کی اس روایت کو سنت قرار دیا "**قال علیؓ السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة**" (رواہ ابوداؤد). یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ اگر حضرت علیؓ یہاں سنت کا لفظ استعمال نہ فرماتے تو پھر بھی یہ سنت ہوتی کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "**عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ**" (مشکوة شریف ص ۲۹، ۳۰). یعنی میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لو۔ لیکن یہاں پر حضرت علیؓ نے سنت کا لفظ استعمال فرما کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو پختہ سنت قرار دے دیا۔ تو معلوم ہوا کہ جوناگڑھی صاحب کو حدیث اور سنت کا فرق ہی معلوم نہیں اس لیے حدیث کے لفظ پر زور دیتے رہتے ہیں حالانکہ ہر باب کی تمام احادیث پر عمل کرنا کسی اہل حدیث کے بس کا روگ بھی نہیں۔ عمل صرف اور صرف سنت پر ہو سکتا ہے جو احادیث میں سے تلاش کرنا پڑتی ہے۔ مولانا موصوف اپنی کتاب "شمع محمدی" میں یوں تحریر فرماتے ہیں :

> "روایت میں جو لوگ اعلیٰ پایہ کے صادق، امین، راست باز اور دُرست گو ہیں لازم نہیں کہ اُن کی فہم و فراست، ادراک و درایت بھی ہر جگہ مثل روایت صحیح، اٹل، ناقابل انکار اور واجب التسلیم ہو۔ مثال کے طور پر لیجیے کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ جو روایت آنحضرت ﷺ سے بیان کریں، جو حدیث رسول اللہ ﷺ

کی پہنچائیں اُس میں وہ قطعاً یقیناً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح اُن کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں، بہت ممکن ہے وہ دُرست نہ ہو''۔ (صفحہ ۱۸، ۱۹)

آپ اِس عبارت کو دوبارہ غور سے پڑھیں تو آپ جان جائیں گے کہ غیر مقلدین میں رفض کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ فاروق اعظمؓ کی روایت کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کی درایت کو قابلِ توجہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ صحیحین کی روایت ہے ''حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے پہلی اُمتوں میں کچھ ایسے لوگ ہوتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔ میری اُمت میں اگر کوئی ایسا ہے تو وہ عمر فاروقؓ ہیں'' (مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمرؓ)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عمرؓ کو اپنی اُمت کا محدث قرار دیں اور غیر مقلدوں کا امام جوناگڑھی اُن کی درایت کو قبول کرنے پر راضی نہیں فَیَا لَلْعَجَبِ، دعویٰ اہل حدیث ہونے کا اور صحابہ کے بارے میں انداز روافض والا۔

حضور اکرم ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے حق عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے''۔ اسے امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤدؒ کی روایت جو حضرت ابوذرؓ سے ہے اس میں ہے کہ ''آپ نے فرمایا بیشک اللہ نے حق عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۵۵۷)

اندازہ کیجیے کہ حضور ﷺ تو فرماتے ہیں کہ عمرؓ کی زبان اور دل میں حق بات کے علاوہ اور کوئی بات نہیں آتی مگر غیر مقلدین کے ہاں اُن کی درایت، علم و آگہی نا قابل اعتبار ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو وہ عمرؓ ہوتے''۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۸) خاتم النبیین ﷺ تو فرمائیں کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوسکتا تو وہ عمر فاروقؓ ہوتے، لیکن نام نہاد اہلِ حدیث حضرت عمرؓ کی درایت سے بہتر اپنی درایت کو جانتے ہیں اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ تو خلفائے راشدین کی سنت کو اپنی سنت اور اپنا طریقہ بتاتے ہیں اور اُس کی اتباع کا حکم دیتے ہیں مگر غیر مقلدین کو اُن کے علم و دانش کے صحیح ہونے میں شک ہے۔ بزرگوں نے صحیح کہا ہے کہ غیر مقلد پہلے اَسلاف سے بدگمانی کرتا ہے، جب سننے والے اُسے برداشت کر لیتے ہیں تو وہ بدزبانی پر اُتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کی اُلفت و محبت اور اتباع کی توفیق اَرزانی کرے۔

حضرات گرامی! حضرت عمرؓ وہ واحد ہستی ہیں جن کی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن پاک کی

بیسیوں آیات نازل ہوئیں، جن میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کی خواہش، پردے کی آیات، حرمت شراب کی آیات اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپؓ کی رائے اللہ تعالیٰ کی رائے کے ساتھ موافق تھی۔ ایسی ہستی کی درایت میں شک کرنا رافضیت نہیں تو اور کیا ہے؟ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ھٰذِہٖ الْخُرَافَاتِ.

قارئین کرام! بندہ نے آپ کے سامنے تقلید کے متعلق غیر مقلدین کے معتبر علماء کی کتابوں سے چند اقتباسات پیش کیے ہیں اور اُن پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید کرنا ضلالت، گمراہی اور شرک ہے۔ اس لیے اُن کے نزدیک تمام مقلدین حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی سب گمراہ اور مشرک ہیں، اُن کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ مقلدین ان کے نزدیک جانوروں کی طرح ہیں کیونکہ اُنہوں نے تقلید کا پٹہ گردن میں ڈال کر حیوانوں جیسا کام کیا ہے اس لیے اُن کی انسانیت ختم ہوگئی ہے۔ اپنے تبصرہ میں بندہ نے شریعت میں کتنی چیزیں حجت ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ غیر مقلدین شریعت کی دو حجتوں کا انکار کرتے ہیں یعنی یہ لوگ اجماع صحابہ اور قیاس مجتہد کے منکر ہیں۔ نیز بندہ نے حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے اِس پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ ہر حدیث سنت نہیں اور حضور اکرم ﷺ نے صرف اپنی اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے اِتَّبِعُوْا حَدِیْثِیْ یعنی میری حدیث کی اتباع کرو اِس کا حکم کبھی نہیں دیا۔

حکومتِ پاکستان کی وزارتِ مذہبی اُمور سے گزارش ہے کہ وہ سعودی عرب میں رہنے والے احناف کو وہاں براجماں سلفی کہلانے والے غیر مقلدین کے شر سے بچانے کے لیے اقدامات کرے اور سعودی حکام کو سلفی کہلانے والے حضرات کی حقیقت سے آگاہ کرے اور انہیں بتائے کہ ان سلفیوں کے نزدیک تقلید کرنا شرک ہے اور یہ لوگ تمام مقلدین کو وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی سب کو مشرک سمجھتے ہیں۔ چونکہ سعودی حکومت کا سرکاری مذہب حنبلی ہے اِس لیے سعودیہ میں یہ لوگ اس حق کا اظہار نہیں کرتے اور تقیہ بازی سے کام لیتے ہیں تاکہ سعودی امداد بند نہ ہو جائے۔

آخر میں تمام انصاف پسند مسلمانوں سے التماس ہے کہ میرے اس مضمون کو بنظر غائر دیکھیں اور غیر مقلدین کی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ✿ ✿ ✿

دُعائیں اور تمنائیں

چچا بزرگوار کا خط احقر کے نام

باسمہٖ تعالیٰ شانہ

۴؍جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

عزیز محترم مولانا سید محمود میاں صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی ''انوارِ مدینہ'' کا تازہ شمارہ دیکھا جس میں جامعہ مدنیہ جدید میں ختم بخاری شریف کی تقریب کے بارے میں اشتہار تھا۔ رسالہ کل شام کی ڈاک میں مغرب کے بعد ملا تھا۔ یعنی جس وقت رسالہ ملا اُس وقت جامعہ میں یہ مبارک تقریب بپا تھی۔ الفاظ میسر نہیں ہیں جو اِس خوشی کی ترجمانی کر سکیں جو اِس اطلاع سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت کو اِس طرح قبول فرمایا کہ حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت اور حوصلہ دے اور اِس کام میں ایسی توفیق ہو کہ حضرت بانی رحمہ اللہ کے ''بڑا مدرسہ'' بنانے کا خواب پورا ہو۔ اللہ تعالیٰ اِس مدرسہ کو مسلمانوں کا ایسا مرکز بنا دے جو مکمل رہنمائی کا کام کر سکے اور آنے والے دِنوں میں جو روز بروز خطرناک ہوتے جا رہے ہیں اِسلام کا مضبوط قلعہ بن سکے۔ میری طرف سے اِس کامیابی کے لیے بہت بہت مبارکباد قبول فرمائیں اور تمام کارکنانِ مدرسہ کے ساتھ ساتھ مولانا رشید میاں سلمہٗ اور والدہ صاحبہ کو بھی سلام و مبارکباد پیش کر دیں۔

انوارِ مدینہ حیرت ناک پابندی سے ملتا رہتا ہے۔ خطرہ راستہ میں غائب ہونے کا ہوتا ہے۔ لیکن الحمد للہ کوئی رسالہ کم نہیں ہوا۔ محصول بھی بہت زیادہ لگتا ہے۔ لیکن میری طرف سے خط و کتابت میں کوتاہی کو بے تعلقی پر محمول نہ فرمائیں۔ رسالہ ملتے ہی ایک نشست میں پورا کر لیتا ہوں۔ بعض مضامین دوبارہ پڑھتا ہوں لیکن آپ کو لکھنے کی توفیق نہیں

ہوتی۔ اِتنا کامیاب رسالہ نکالنے اور نکالتے رہنے کے لیے آپ کو اور عزیزم مسعود میاں صاحب کو مبارکباد۔

اگست 2003 کے شمارے میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون شروع ہوا تھا۔ اُس شمارے میں پہلی قسط شائع ہوئی تھی۔ لیکن ایک مضمون لکھنے کے لیے مراجعت کی ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ ستمبر اکتوبر اور نومبر کے شمارے ملے ہی نہیں۔ اُس وقت شاید رِسالوں کا انتظار ہی رہا ہوگا۔ لیکن اب بہت افسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس مضمون مکمل نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ شمارے یا کم از کم ریکارڈ کی کاپی سے اِس مضمون کی فوٹو کاپی بھیجنے کا انتظام کر دیں، احسان مند ہوں گا۔ مضمون اِس لیے بہت اہم ہے کہ اُس میں بہت سی باتیں وہ ہوں گی جو باہر کا لکھنے والا نہیں جانتا۔

اب اجازت : والدہ صاحبہ کو سلام پیش کر دیں۔ آپ کی چچی جان بھی سلام و دُعاء میں شریک ہیں۔

والسلام

محتاجِ دُعا

ساجد میاں (دہلی)

رُودادِ سفر لاہور تا اٹک

﴿ بقلم شریکِ سفر خالد عثمان، منڈہ کرک، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

الحمدللہ۔ اللہ رب العزت کی توفیق سے میں اور ڈرائیور بھائی اقبال حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید محمود میاں صاحب کی معیت میں 4 ستمبر کو لاہور سے 11:30 فاضل جامعہ مدنیہ قدیم مولانا عبد اللہ صاحب خوشاب کی دعوت پر اُن کے نکاح کے لیے ٹانک روانہ ہوئے۔ فیصل آباد اور جھنگ کے راستے ڈیرہ اسماعیل خان رات 10 بجے حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے گھر محلّہ علی زئی میں بخیریت پہنچے۔ حضرت صاحب کی آمد پر تمام احباب بے انتہا خوش تھے۔ اگلے روز صبح ناشتہ کے بعد جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم مالیات خواجہ زاہد صاحب اور اُن کے بیٹے نے بھی حضرت سے ملاقات کی۔ بعد ازاں 10:45 پر ٹانک روانہ ہوئے۔ اور 12 بجے مولانا عبداللہ صاحب فرزند قاری سعید صاحب خوشاب کے سسرال پہنچے۔ جامعہ کے کئی طلباء شادی میں شرکت کے لیے پہلے ہی ٹانک پہنچے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد حضرت صاحب نے نکاح پڑھایا۔ سہ پہر 3 بجے ڈیرہ اسماعیل خان کے راستے سے بنوں روانہ ہوگئے۔ ٹانک سے ہمارے ساتھ مولانا عبدالرؤف قصوری صاحب (فاضل جامعہ مدنیہ قدیم) شریکِ سفر ہوگئے۔ عصر کی نماز مدرسہ حلیمیہ ''درّہ پیزو'' میں پڑھی۔

جامعہ کے ناظم شیخ الحدیث مولانا محمد انور صاحب نے حضرت صاحب کو پورے مدرسہ کا چکر لگوا کر مدرسہ دِکھایا اور مدرسہ کی تفصیلات بتائیں۔ اُنہوں نے حضرت صاحب سے دُعاؤں کی درخواست کی۔ پھر وہاں سے مغرب کی نماز کے بعد بنوں پہنچے۔ ہم نے مغرب کی نماز مدرسہ ''علوم الشرعیہ'' بنوں شہر میں پڑھی۔ وہاں حضرت کے استقبال کے لیے راقم کے اُستاد قاری اسد اللہ صاحب، ولی اللہ صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب اور میرے والد محترم گل محمد صاحب، بھائی حافظ محبّ اللہ صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت علی عثمانی صاحب مدظلہم (خطیب بنوں اور شاگرد رشید حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) کی خدمت میں اُن کے گھر تشریف لے گئے، ملاقات ہوئی۔ بے انتہا خوش تھے کہ آج مجھے حضرت مولانا حسین احمد

مدنیؒ کے گلشن کے پھول اور دیوبند کے ہم سبق شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاںؒ کے فرزند حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اُن کی تیمارداری کی اور دُعاؤں کی درخواست کی۔ پھر حضرت علی عثمانی صاحب مدظلہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاںؒ کے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ سنایا کہ کہ دارالعلوم میں طلباء کی بزم ادب بنی تو اُس کے صدر آپ کے والد صاحبؒ بنے۔ منگل کے روز طلباء میں تقریری مقابلہ ہوتا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ بھی اِس میں تشریف لاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے والد صاحبؒ عربی میں بیان فرما رہے تھے کہ بیچ میں اٹک گئے تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا قُلْ مَا بَدَالَكَ جو ذہن میں ہو وہی بے فکر ہو کر بیان کرو۔

حضرت عثمانی صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا سید حامد میاںؒ کے ساتھ علم ہیئت، مقامات، حُسامی اور حمداللہ پڑھیں ہیں۔ حضرت عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمت میں دُعاؤں کی درخواست کے ساتھ رُخصت ہونے کے بعد میرے انتہائی محسن اور مشفق اُستاد قاری اسداللہ صاحب کے مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ گئے جہاں حضرت صاحب نے مدرسہ کی ترقی اور قبولیت کے لیے خصوصی دُعا کی۔ پھر وہیں سے ہمارے والد محترم گل محمد صاحب اور بھائی حافظ محبّ اللہ بھی شریکِ سفر ہوگئے۔ رات 9 بجے حاجی امان اللہ خان صاحب کے گھر لنڈیواہ پہنچے۔ وہاں حاجی امان اللہ صاحب کے پوتے حافظ ہارون رشید صاحب کی تکمیل حفظ ِ قرآن کی تقریب میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے قرآن شریف کی عظمت کو بڑے احسن انداز سے بیان فرمایا۔ تقریب میں پورے ضلع لکی مروت کے بڑے بڑے علماء، مفتیانِ کرام اور طلباء بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ رات کا قیام حسبِ سابق حاجی امان اللہ صاحب کے ہاں ہوا۔

اگلے دن 6 ستمبر بروز بدھ کو حاجی امان اللہ صاحب کے گھر سے روانہ ہوئے۔ یہاں سے حاجی صاحب بھی شریکِ سفر ہوگئے، راستے میں جامعہ اسلامیہ محمودیہ (مولوی آباد) میں وہاں کے علماء کی دعوت پر مدرسہ کی ترقی اور قبولیت کے لیے دُعا کی۔ پھر وہاں سے حضرت مولانا مفتی انور شاہ صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا ولی اللہ صاحب مدظلہم کی دعوت پر مدرسہ و تبلیغی مرکز مدینہ مسجد لکی مروت دِن کے 11 بجے پہنچے۔ وہاں ضلع لکی مروت کے بڑے بڑے علماء اور صدر حضرت مولانا عبدالوحید صاحب، مولانا عبدالمتین صاحب، ایڈووکیٹ امیر نواز خان صاحب اور دوسرے علماء اور طلباء نے کثیر تعداد میں استقبال کیا۔ حضرت صاحب نے

اپنے جامعانہ اندازِ بیان سے علماء اور طلباء کو مستفید فرمایا۔

وہاں سے دِن کے 11 بجے کوہاٹ روانہ ہوئے۔ راستے میں بر لب ِسڑک حاجی شہباز خان صاحب، عیسیٰ خیلوی اور اُن کے دیگر ساتھی ملاقات کے لیے منتظر تھے۔ اُن کا اِصرار تھا کہ اُن کے گھر چلیں مگر بمشکل اُن سے اجازت لے کر اگلا سفر جاری رکھا اور تین بجے کوہاٹ پہنچے۔ عامر حنیف صاحب (سابق متعلم جامعہ مدنیہ جدید) کے گھر پہنچے۔ ظہر کی نماز وہیں پڑھی پھر مدرسہ اشاعت القرآن محلّہ شینو خیل میں دستار بندی کی تقریب میں حضرت صاحب نے انتہائی جامع بیان فرمایا۔

آخر میں تمام حفاظِ کرام کی دستار بندی حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب اور مولانا افضال صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ چوبرجی) نے کرائی۔ اِس جلسے میں جامعہ مدنیہ جدید کے کافی تعداد میں دُور دراز کے طلباء کرام حضرت صاحب سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد ''خطوالی'' کوہاٹ میں اراکینِ جمعیت علماء اور طلباء سے حضرت صاحب نے بیان فرمایا اور کچھ ہدایات اور نصائح فرمائیں۔ پھر یہاں سے راقم کے والد محترم گل محمد صاحب اور بھائی حافظ محبّ اللہ صاحب واپس گھر چلے گئے۔ اِس کے بعد ہم تاندہ ڈیم کوہاٹ چلے گئے، کافی لوگوں کا ہجوم تھا۔ مغرب کی نماز وہیں پڑھنے کے بعد حاجی صابر صاحب کے گھر رات کے کھانے پر گئے۔ اُن کے بڑے بھائی حاجی صالح صاحب بھی موجود تھے۔ لوگوں کی محبت وشفقت کا یہ حال تھا کہ بھائی طارق صاحب کے چھوٹے بھائی جواں سال احمد نواز ننگے پاؤں تاندہ ڈیم تک ساتھ گئے۔

حاجی صابر صاحب کے گھر سے رُخصت ہونے کے بعد مولانا طارق صاحب جنگل خیل (سابق متعلم جامعہ مدنیہ جدید) کے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات میں حضرت صاحب تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ کی ترقی کے لیے دُعاء کی۔ پھر کچھ آگے سرِ راہ منتظر حضرت صاحب اپنے مریدین سے ملے جو یوسف صاحب کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ پھر رات 12 بجے حیات آباد پشاور بھائی محمد خالد صاحب کے گھر پہنچے۔ رات وہیں قیام ہوا۔ 7 ستمبر کی صبح ڈاکٹر اَرشد تقویم صاحب کا کا خیل حضرت سے ملاقات کے لیے بھائی خالد خان صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لائے۔

ظہر کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الدیان صاحب کی تیمارداری کے لیے اُن کے گھر جانا ہوا۔

پشاور سے بعد ظہر روانگی کے بعد راستہ میں نوشہرہ کے جامعہ تحسین القرآن میں کچھ دیر کے لیے جانا ہوا۔ وہاں مولانا قاری عمر علی صاحب اور دوسرے اساتذہ سے ملاقات ہوئی۔ پھر وہاں سے اٹک (حضرو) میں (اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید) مولانا امان اللہ صاحب کے گھر گئے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب (جلالیہ) شاگردِ رشید شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی زیارت اور ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ ملاقات ہوئی، ایک دو واقعات سنائے۔ اور حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کو روایتِ حدیث کی اجازت بھی دی۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت صاحب اپنے اُستادِ محترم حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے دُعاؤں کی درخواست کی۔ بعد ازاں مولانا امان اللہ صاحب کے گھر کھانا کھانے کے بعد رات 10 بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور 8 ستمبر کی صبح 6 بجے بخیریت واپس لاہور پہنچ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حضرت صاحب کی عمر میں درازی عطا فرمائے اور ہماری اِصلاح فرمائے اور ہمارے شیخ پیر و مرشد صاحب کے فیض کو پوری دُنیا کے کونے کونے میں پہنچائے۔ اور حضرت صاحب کا سایۂ شفقت ہمارے اُوپر باقی رکھے اور حضرت صاحب کی خدمت میں ہمیشہ ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں کامل متبع سنت بنائے۔

بیان تبلیغی مرکز مدینہ مسجد لکی مروت

﴿ حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم ﴾

حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کچھ سوالات کیے۔ جو حدیث جبرائیل کے نام سے مشہور ہیں۔ اُن سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ''اِحسان'' کے بارے میں بتلا دیجیے۔ ہر شخص اِحسان کا معنی اور مفہوم کو سمجھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ عام مطلب مراد نہیں تھا۔ یہ کسی اور اعتبار سے سوال کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اِس طرح کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ حالت نہیں ہو سکتی تو کم سے کم درجہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، یہ احسان کا معنی ہے۔ حضور ﷺ نے اِس حدیث شریف میں یہ بہت اہم سبق اُمت کو تعلیم فرمایا۔ یہ ایسا سبق ہے کہ جتنے سلوک کے سلاسل ہیں اُن سب میں آخری سبق یہی ہوتا ہے۔ اِس سے پہلے والے تمام اذکار

مقصود (اصلی) نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ آخری احسان کے معنی والی حالت مقصود ہے۔ ایک مفہوم عبادت کا صرف نماز و روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ ہوتا ہے لیکن یہ محدود دائرہ ہے۔ انسان کا ہر عمل صحیح نیت اور صحیح طریقے سے ہو تو عبادت بن سکتا ہے جیسے کھانا، نہ کھانا، چلنا، نہ چلنا، پہننا، نہ پہننا۔ عبادت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کاروبار وغیرہ سب کو چھوڑ کر صرف عبادت میں لگا رہے۔ یہ ہمارے دین کی تعلیم نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی یہ تعلیم (احسان کی تعریف) تمام اعمال کو جامع ہے۔ اُس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو کوئی اپنی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن دل کی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے وہ جسم رنگ روپ، کمیت و کیفیت سب سے مبراء ہے۔

اللہ کے ساتھ بندہ کا تعلق تو بہت مضبوط ہونا چاہیے۔ فرض کریں کہ کسی کا رشتہ دار امریکہ، جاپان دور دراز ملک میں ہو تو درمیانی راستے کی سردی، گرمی، بارش وغیرہ جیسے بھی حالات ہوں۔ اُن کے آپس کے رُوحانی اور خیالی ربط میں رُکاوٹ نہیں بن سکتے بلکہ تو درمیانی راستہ کی وہ قائم ہوتا ہے تو جب مخلوق کا مخلوق سے اتنا قوی تعلق ہو تو اِس مخلوق کا اپنے خالق کے ساتھ کروڑ ھا درجہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کا زمانہ جتنا دُور ہوتا جا رہا ہے اُتنی ہی انوارات، برکات اور اعمالِ صالحہ میں کمی آتی جا رہی ہے۔ تو لہٰذا اللہ کے احکامات اور حضور ﷺ کے طریقے پر چلنے کے لیے کسی نیک آدمی کا دامن پکڑنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارا حشر بھی صالحین کے ساتھ فرمائے، آمین۔

✡ ✡ ✡

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

دینی مسائل

﴿ نکاح کا بیان ﴾

کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان :

شرع میں اِس بات کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ غیر کفو اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اُس کے برابر درجہ کا اور اُس کے جوڑ کا نہ ہو۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں ایک قدرتی اور غیر اختیاری تقسیم قائم ہے۔ کوئی اچھے اخلاق کا ہے تو کوئی برے اخلاق کا حامل ہے۔ کوئی تہذیب اور شرافت و مروت کو کمال سمجھتا ہے تو کوئی اِس کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کوئی دینداری کو خوبی سمجھتا ہے تو کوئی اِس کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ کسی کا رَہن سہن اور عادات واطوار ایک طرح کے ہیں تو کسی نے دوسرے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ کوئی بعض پیشوں کو کمتر خیال کر کے اُن کو چھوڑتا ہے اور محنتِ شاقہ اختیار کر کے اعلیٰ قسم کے پیشوں کو اختیار کرتا ہے تو کوئی کمتر پیشوں پر ہی قناعت کر لیتا ہے۔ اب ایک خیال اور طرز والے چاہے دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں لیکن اُن کے لیے اپنے سے متضاد مزاج اور طرز رکھنے والے ہر شخص کو اپنے میں ضم کرنا بہت ہی دُشوار ہوگا اور چونکہ لڑکی کی حیثیت شوہر کے محکوم کی ہوتی ہے اس لیے اصل مسئلہ لڑکی اور اُس کے خاندان کا ہوتا ہے کیونکہ نکاح کے بعد چھٹکارا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لیے لڑکی اور اُس کے اولیاء کا حق ہے کہ لڑکی کا نکاح کفو میں اور جوڑ میں ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمْ وَانْکِحُوا الْاَکْفَاءَ وَاَنْکِحُوْا اِلَیْھِمْ ''اپنے نطفوں کے لیے اچھے رشتے تلاش کرو اور خود بھی جوڑ میں نکاح کرو اور دُوسروں کا نکاح بھی جوڑ میں کرو''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُ اَلصَّلٰوۃُ اِذَا آنَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا کُفُوًا (اعلاء السنن 86ص 11) تین چیزوں میں تاخیر مت کرو، نماز میں جب اُس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ میں جب وہ آ جائے اور بے نکاحی عورت کے نکاح کرنے میں جب تم اُس کا جوڑ پا لو۔

لیکن جب لڑکی اور اُس کے ولی دونوں راضی ہوں تو یہ حکم واجب نہیں ہے۔ اس لیے اگر بعض اوصاف کی بناء پر لڑکی اور اُس کے اولیاء کسی بے جوڑ میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری خاندان کی طرف بھیجا تا کہ حضرت بلالؓ اِن سے اپنے لیے رشتہ مانگیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حبشی غلام ہیں (یعنی غلام رہے ہیں) حضرت بلالؓ نے اِن سے کہا اگر نبی کریم ﷺ نے مجھے تمہارے پاس آنے کا نہ کہا ہوتا تو میں تمہارے پاس کبھی نہ آتا۔ اُنہوں نے پوچھا کیا آپ کو نبی ﷺ نے رشتہ مانگنے کو کہا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر تو آپ اِس رشتہ کے مالک بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو آکر واقعہ کی خبر دی۔ نبی ﷺ کے پاس سونے کی ایک ڈلی آئی تو آپ نے وہ حضرت بلالؓ کو دی اور کہا کہ یہ اپنی بیوی کے لیے لے جاؤ۔ (اعلاء السنن ص ۷۸ ج ۱۱)

مسئلہ : اگر کسی کی شرافت کو دیکھ کر یا اور اَوصاف کو دیکھ کر سید خاندان کی لڑکی اور اُس کے ولی غیر سید لڑکے سے نکاح پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

✿ ✿ ✿

وفیات

احقر محمود میاں غفرلہٗ کی اُمِ رضاعی ۸؍ستمبر کو بعارضہ قلب لاہور میں وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . مرحومہ قاری عمر صاحب سردارخیل مرحوم کی اہلیہ تھیں، بہت نیک اور پابندصوم وصلوٰۃ تھیں۔ مرحومہ پشاورصوبہ سرحد کے مہمند قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دُعاؤں کے ساتھ حسبِ توفیق ایصالِ ثواب بھی فرمائیں۔

گزشتہ ماہ کی سولہ تاریخ کو جامعہ مدنیہ جدید کے اساتذہ مولانا حسن صاحب اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے جواں سال ماموں زاد بھائی ٹریفک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مرحوم حافظ قرآن اور نیک سیرت نوجوان تھے۔یہ ناگہانی حادثہ خاندان بالخصوص والدین کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر آخرت کے بلندترین درجات نصیب فرمائے۔اُن کے والدین اور دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطاء فرمائے،آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی،اللہ تعالیٰ قبول فرمائے،آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید میں ۱۹؍شعبان المعظم کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے دورۂ صرف ونحو کے تقریباً ایک ہزار طلباء سے الوداعی خطاب کیا،تقریر کا مکمل متن آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔(ادارہ)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۴؍ستمبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کی ڈیرہ اسماعیل خان، ٹانک، لکی مروت، بنوں، کوہاٹ، پشاور، نوشہرہ اور اٹک کے طویل سفر پر روانگی ہوئی اور ۸؍ستمبر کو بخیریت واپسی ہوئی، والحمدللہ۔

۶؍ستمبر کو حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مظفر آباد کشمیر سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے خطاب کیا۔

۹؍ستمبر کو بعد عشاء حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب جامعہ جدید کے طالب علم عاطف کرامت صاحب کے بیٹے کے عقیقہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔

۱۱؍ستمبر کو جمعیت علماء اسلام پنجاب کے سابق امیر حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھکر سے جامعہ جدید تشریف لائے اور جامعہ میں طلباء سے خطاب فرمایا۔

۱۳؍ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے دورۂ صرف ونحو کے تقریباً ایک ہزار طلباء سے الوداعی خطاب فرمایا، ۱۴؍ستمبر کو اِس دورہ کا بخیریت اختتام ہوا۔

۱۷؍ستمبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا اظہار الحق صاحب کی دعوت پر نکاح پڑھانے کی غرض سے ظہر بعد رائیونڈ تشریف لے گئے۔

۱۸؍ستمبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب قصور کے مضافات میں جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے برادرِ نسبتی کی تعزیت کے لیے بعد عصر تشریف لے گئے، بعد عشاء واپسی ہوئی۔

۲۲؍ستمبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ''ختم نبوت کانفرنس چناب نگر'' میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے، نیز کانفرنس کی آخری نشست مولانا سید محمود میاں صاحب کی صدارت میں ہوئی۔

۲۳؍ستمبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب بعد ظہر شفیق آباد بند روڈ کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔